ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

ہدیہ -/۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح — محمد سعید الرحمٰن علوی

حرص و بخل ناپسندیدہ عادتیں ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم لَا یَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا

نسائی شریف

ترجمہ: حضور نبی مکرم رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا ارشاد گرامی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ:۔

"حرص و بخل اور ایمان ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے"

اللہ تبارک و تعالیٰ جس بندہ کو ایمان کی دولت سے نوازتے ہیں اسے گویا ہر اچھی صفت و وصف سے سرفراز فرماتے اور بری عادات سے بچاتے بھی ہیں۔ فی الحقیقت ایمان ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے خوبیاں ملتی اور برائیاں دور ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی ڈھال اور حصول خیر کا ذریعہ ہے

اگر ایک بندہ ایمان کے باوصف بعض خرابیوں کا شکار ہے تو یہ بات اس کے لئے بے حد باعث المیہ ہے اسے اس کے ازالہ کی فکر کرنی ضروری ہے۔

اس حدیث میں حرص و بخل اور ایمان کے متعلق فرمایا گیا کہ ان دونوں میں بُعد اور منافات ہے یہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اگر ایمان کے باوصف یہ عادتیں ہیں تو گویا انسان ایمان کی حقیقت اور اس کے نور سے محروم ہے۔

اس حدیث پاک کی تائید میں اور کئی احادیث ہیں مثلاً:۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ دھوکہ باز بخیل اور احسان کرکے جتلانے والا جنت میں نہ جا سکیگا۔"

(ترمذی)

یعنی یہ عادتیں حد درجہ خطرناک اور جنت کا راستہ روکنے والی ہیں فلہذا بندہ مومن کو ان سے اپنی حفاظت کرنی چاہئے۔

ایک اور روایت جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اسے بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔ اس میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے پاس احد پہاڑ برابر بھی سونا ہو تو میری خوشی یہی ہو گی کہ مجھ پر تین راتیں بھی ایسی نہ گذریں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو۔ بجز اس کے کہ میں کسی قرض کی ادائیگی کے لئے اس میں سے کچھ روک لوں"۔

گویا اگر سونا چاندی نہیں ہے تو آدمی کو اس کی خواہش ہی رکھ لینی چاہیئے کہ اگر ہوتا تو میں راہِ حق میں خرچ کرتا۔ صلۂ رحمی سے کام لیتا، اللہ کے بیکس بندوں کی مدد کرتا اور سب کچھ لٹا دیتا۔ یہ خواہش و تمنا دل میں رکھنا ہی

(باقی ۷ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۲۱
۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ • ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء

— رئیس الادارہ —
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

— مجلس ادارت —
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی ۰ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نہایت اہم سوال

اس کا جواب خداوندانِ مسلم لیگ کے سر ہے

چودھری غلام احمد صاحب پرویز (مقیم گلبرگ لاہور) تقسیم ملک سے قبل مرکزی حکومت میں ملازم تھے۔ اس کے باوجود طلوع اسلام کے نام سے ایک ماہنامہ نکالتے جس کا ٹائیٹل تو یہ ہوتا کہ یہ قرآنی افکار کا علمبردار ہے اور ان کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل۔ لیکن اس کے اندرونی صفحات مسلم لیگی فکر کی وضاحت و تبیین کے لئے وقف ہوتے۔ اور اس ضمن میں مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اساطین ملت پر نکتہ چینی اور تنقید خاص اس رسالہ کا موضوع ہوتی۔ تقسیم کے بعد بھی وہ برابر اس رسالہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اپنے اردگرد ایک حلقہ فراہم کرنے کے بعد انہوں نے قرآنی افکار کے علمبردار ہونے کا اس طرح اظہار کرنا شروع کیا کہ حضرات علماء ربانیین کو ان کی باتوں اور تحریرات میں انکار حدیث و سنت کے جراثیم نظر آنے لگے — اللہ تعالیٰ کی ان گنت رحمتیں نازل ہوں حضرات امام الاولیاء لاہوری قدس سرہٗ پر کہ انہوں نے لاہور میں پرویز صاحب کی مخصوص کمین گاہ دیال سنگھ کالج لاہور میں ہی ان کے مخصوص نظریات کے خلاف پہلا عوامی احتجاج اس طرح کیا کہ پرویز صاحب اس کی تاب نہ لا سکے۔ علماء نے ان کے افکار پر ان سے وضاحت طلب کی جس کے نتیجہ میں واضح ہو گیا کہ وہ قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں تو سمجھتے ہیں مطاع نہیں مانتے اور سنتِ رسول ؐ ان کے نزدیک ناقابل حجت ہے — اس پر علماء نے ان کے متعلق بامر مجبوری وہ فتویٰ دیا جس کی ان پر ذمہ داری عائد ہوتی تھی ورنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق گمراہی کا شکار رہوتی۔

اس فتوی کے بعد پرویز صاحب اپنے محل میں دبک گئے "درس قرآن" کا سلسلہ وہیں جاری رکھا اور اب تک جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لغت کے حوالہ سے قرآن سمجھنے سمجھانے کے چونکہ وہ مدعی ہیں اس لئے لغات القرآن، مفہوم القرآن جیسی کتابیں بھی لکھیں جن کی تشریحات پڑھ کر گھن آتی ہے اور اقبال مرحوم کی بات صحیح ثابت ہوتی ہے کہ

"خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں"

ملک کے مختلف شہروں میں ان کے نام لیوا اپنے مخصوص مجامع میں ان کے کیسٹ سنتے اور سر دھنتے ہیں ۔۔۔ اور بس۔

ان ساری چیزوں کے باوصف پرویز صاحب پاکستان کی تاریخ اور اس کی آئیڈیالوجی پر سب سے بڑی سند سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں خود بھی اسی کا دعوے ہے اور بعض دوسرے سکہ بند مسلم لیگی بھی اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ نوائے وقت جیسے قومی اخبار میں اس حوالہ سے اکثر و بیشتر ان کے مضامین شائع ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے ان مخصوص افکار پر زد پڑتی ہو تو پرویز صاحب قلم بصورت لٹھ لے کر میدان میں نکل آتے ہیں۔

پچھلے دنوں مشہور مسلم لیگی بزرگ اور بابائے لاہور میاں امیر الدین نے ان کا اسی نوع کا ایک مضمون ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا اور کچھ عرصہ قبل جسٹس منیر صاحب کی کتاب "فراہم جناح ٹو ضنیا" جب چھپ کر آئی تو اس کا جواب بھی پرویز صاحب نے لکھا منیر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ جناح صاحب پاکستان کو اسلامی نہیں سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ پرویز صاحب نے کہا نہیں وہ تو اسلامک یا ان کے الفاظ میں قرآنک سٹیٹ بنانے کے علمبردار تھے۔ تقسیم ملک کے معاً بعد چودھری ظفراللہ اور جوگندر ناتھ منڈل کو کلیدی آسامیوں پر متعین کرنا بذات خود ایک ایسا سوال ہے جس کا آج تک کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ تاہم ہم بات کریں گے منیر صاحب کی جنہوں نے بانی پاکستان کی ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کی ایک طویل تقریر کا حوالہ دیا جو موصوف نے انتہائی ذمہ دارانہ حیثیت سے کی تھی اور کہنا چاہیئے وہ ان کی پالیسی تقریر تھی۔ اس میں انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ :۔

"تم آزاد ہو تمہیں اس امر کی کامل آزادی ہے کہ تم اپنے مندروں میں جاؤ، مسجدوں میں یا مملکت پاکستان میں کسی اور پرستش گاہ میں، تمہاری ذات یا مسلک کچھ بھی ہو اس کا امورِ مملکت سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔"

(بحوالہ طلوع اسلام نومبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۴۴)

اس کے بعد جناح صاحب نے فرمایا :۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے سامنے یہ نصب العین رکھنا چاہیئے کہ ایک وقت کے بعد یہاں نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان ۔۔۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کے ذاتی عقیدہ کا سوال ہے، ایسا ان سب کے پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے، سیاسی نقطہ نگاہ سے ہوگا۔

(طلوع اسلام نومبر ۸۳ء صفحہ ۴۵)

یہ تقریر اپنے مفہوم و مدعا کے اعتبار سے واضح ہے لیکن پرویز صاحب اور ان جیسے لوگ اسے ان لفظوں میں ماننے کو تیار نہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ :۔

"ہمیں اعتراف ہے کہ وہ اپنے معمول کے خلاف، شدتِ جذبات میں الفاظ کے انتخاب میں کماحقہ احتیاط نہ برت سکے بایں ہمہ ان الفاظ سے

ارباب اقتدار سے ایک سوال

"نوائے وقت" کو دعویٰ ہے کہ وہ اس ملک کا سب سے بڑا عوامی اخبار ہے۔ اس اخبار پر ایک خاص ذہنیت کی چھاپ ہے جس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اس اخبار میں آئے دن ایسے مضامین چھپتے اور شائع ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کسی بڑے ہنگامہ کی شکل میں برآمد ہو سکتا ہے۔

مولانا السید حسین احمد مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اساطینِ ملت اس ملک کے کروڑوں انسانوں کے مذہبی اور سیاسی رہنما تھے اور ہیں۔

پاکستان میں بلا مبالغہ لاتعداد لوگ ان حضرات سے عقیدت و تعلق کو اپنا سرمایۂ حیات سمجھتے ہیں لیکن اس بدنہاد اخبار کے بداندیش مضامین نگار ان اکابر کی مسلسل توہین کر کے کوئی طوفان اٹھانا چاہتے ہیں وطن عزیز کے حالات کے سبب اکابر علماء اہل سنت کا صبر نہ ہوتا تو بات اب تک دور جا چکی ہوتی ہم اس مضمون کا عکس "نقل کفر" کے طور پر چھاپ کر ارباب اقتدار سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان بے لگاموں کو کب لگام دیں گے! وہ اپنی انتظامی ذمہ داریاں محسوس کریں ورنہ اب پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے اور آنے والے حالات کی مکمل ذمہ داری حکومت یا نوائے وقت جیسے اخبارات پر ہو گی۔

عبداللطیف سیٹھی

مولانا حسین احمد مدنی ۔ اور ۔ تقسیم ہندوستان کا خدائی فیصلہ

نوائے وقت (۲۲ ستمبر ۱۹۸۳) کے کالم نورِ بصیرت میں میاں عبدالرشید نے محمد عبدالمجید صدیقی کی کتاب زیارات نبی اکرمؐ بحالت بیداری" کے صفحہ ۱۵۱ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل مولانا محمد حسین احمد مدنی سلہٹ پہنچے ۔ ایک رات تہجد کے وقت اپنے میزبان

سے فرمایا! آج رات عالم بالا میں ہند کی تقسیم کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ میزبان نے کہا: تو اب پاکستان کے خلاف مہم میں حصہ لینے کا کیا فائدہ؟ مولانا مدنی نے فرمایا: یہ فیصلہ تقدیر کا ہے۔ جب کہ ہم اپنی تدبیریں مسلسل لگے رہیں گے۔

چونکہ جناب محمد عبدالمجید صدیقی ایک روحانی آدمی معلوم ہوتے ہیں اس لیے جو واقعہ انہوں نے لکھا ہے وہ ٹھیک ہی ہوگا۔ جن صاحب نے صدیقی صاحب کو یہ واقعہ سنایا اُن کا اور مولانا مدنی کا سلہٹ میں میزبان کون تھے اُن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے اس واقعہ کی مزید تحقیق نہیں کی جا سکتی۔ لیکن غالباً محترم صدیقی صاحب یہ واقعہ لکھ کر مولانا مدنی صاحب کو بھی کوئی "ولی" ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ خدا رسیدہ بزرگ تھے یا ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق واسطہ قائم تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ ہو گمی ختم کرے

آفاق سے کہتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر

حالانکہ حضرت مولانا مدنی اپنے تبحر علمی کے باوجود علمائے ظواہر میں سے تھے اور ایک خالص سیاسی شخصیت تھے اور سیاست کی جو "الف بے" انہیں سب سے پہلے پڑھائی گئی تھی اسی پر آخری دم تک قائم رہے۔ ایک دفعہ ان کا مناظرہ دہلی میں مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ بھی مسئلہ پاکستان پر ہوا تھا لیکن وہ اپنے موقف پر قائم ہی رہے۔ اور باوجود اس کے قائم رہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کے اعتراضات کا مسکت جواب بھری محفل میں دے دیا

اور چیلنج کیا تھا کہ کسی وقت بھی اگر انہیں یا ان کے کسی رفیقِ سفر سیاسی کو کوئی بات ایسی سوجھے جو میرے دلائل کی نفی کرتی ہو تو وہ ضرور مجھے بتائیں تاکہ میں، اگر واقعی ان کے دلائل صحیح ہوئے تو اپنا فیصلہ بدل لوں گا۔ لیکن خود مولانا مدنی کو اپنا فیصلہ نہ بدلنا تھا اور نہ وہ بدلے۔

پھر خالص دینی لحاظ سے دیکھا جائے تو مولانا مدنی مرحوم جس سیاسی مسلک پر قائم ہو گئے ہوئے تھے۔ وہ کانگرسی مسلک تھا۔ ~~یہ گاندھی، نہرو، پٹیل، نیز دیگر لیڈر مسلط تھے جو~~ مولانائے مرحوم کے سیاسی رہنما تھے، اس وقت مولانا جمیعت العلمائے ہند سے بھی متعلق تھے اور اس پارٹی کے ساتھ وہ کانگرس کے ایک حلیف تھے جہاں تک انگریز کی مخالفت کا تعلق تھا مولانا صحیح تھے لیکن جہاں تک انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کے بعد کے حالات میں مسلمانوں کی پوزیشن کا تعلق تھا وہ اس مسئلہ کو ملتوی رکھنا چاہتے تھے کہ آزادی کے بعد ہندوؤں سے معاملہ کر لیا جائے گا لیکن یہاں حضرت مولانا نے سخت ٹھوکر کھائی اور مردِ مومن کی فراست کا مظاہرہ نہ کر سکے اور ناکام ہو گئے، کانگرس اس وقت ہندوؤں کے فراہم کئے ہوئے سرمایہ بلکہ چندہ سے چلتی تھی۔ بڑے بڑے ہندو اور غیر مسلم تاجر برلا۔ ٹاٹا۔ ڈالمیا۔ وغیرہ بھاری رقوم کا چندہ دیتے تھے۔

کانگرس کے فنڈز سے کانگرس کے ساتھ ملحقہ مسلم سیاسی جماعتوں کو بھی روپیہ دیا جاتا تھا اور اسی فنڈ سے مولانا مدنی کو جمعیت العلماء ہند کو اور ان کے اخبار الجمعیت کو مالی اعانت دی جاتی تھی۔ جب سیاسی تحریکات چلتی تھیں تو کانگرسی لیڈروں کے سفر و حضر کا خرچہ بھی انہی فنڈز سے چلتا تھا۔ جب لیڈر قید ہو جاتے تھے تو اسی فنڈ سے روپیہ سیاسی قیدیوں کے گھروں میں پہنچایا جاتا تھا تاکہ تالیفِ قلوب بھی ہوتی رہے اور گھر والوں کے نان و نفقہ کا بھی بندوبست ہوتا رہے۔ ہر دو کو چھوڑ کر باقی دوسرے چوٹی کے لیڈر مثلاً راجن بابو، پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی غفار خان نے اپنی زندگیاں کانگرس کے لئے وقف کر رکھی تھیں اور خاص طور پر مولانا آزاد اور مولانا مدنی کا کوئی اپنا کاروبار یا ذریعہ معاش نہ تھا۔ اور ان کی سوچ یہ تھی کہ جس طرح ایک بڑی سیاسی جماعت دوسری ملحقہ سیاسی جماعتوں کے ورکروں کو خرچہ وغیرہ دیتی ہے۔ اسی طرح ان مسلمان لیڈروں اور ان کی جماعتوں کو بھی کانگرس مالی امداد فراہم کرتی ہے جو ان کے خیال میں شرعاً ناجائز نہیں تھا۔ مرحوم مولانا احمد علی لاہوری کا اس بارے میں استدلال یہی تھا جو انہوں نے ایک دفعہ ایک سوال کے جواب میں ملک لطیف سٹیشن ماسٹر لاہور اور شیخ محمد عبداللہ سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ انڈسٹریز لاہور کو ان کے دریافت کرنے پر خود بتایا تھا۔ جواباً ان دونوں نے اسی وقت یہ کہہ دیا کہ مولانا! یہ لوگ آپ کو رشوت دیتے تھے، کچھ یہی ہو دیکھنا یہ ہے کہ کانگرس کا یہ روپیہ جن ذرائع سے آتا تھا وہ کیا تھے؟ بلا مبالغہ ۹۹ فیصدی رقم ہندوؤں کی طرف سے آتی تھی جو خالصتاً سود در سود سے حاصل ہوتی تھی۔ یا ہندو ساہوکار مسلمانوں کو سودی قرضے دے کر وصول پاتے تھے یعنی خالص اسلامی شرعی نقطہ نظر سے یہ روپیہ حرام کی کمائی سے حاصل ہوتا تھا۔ اور پھر یہی روپیہ مسلمان لیڈروں بشمول مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کو بھی ملتا تھا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اس بات کی تصدیق کہیں بھی نہیں ہوتی کہ مولانا کانگرس سے روپیہ نہیں لیتے تھے اور ان کے گھر کا خرچہ کسی کاروباری دھندے وغیرہ سے چلتا تھا۔ اسی طرح خدائی خدمتگار (عبدالغفار خان)، احرار، انجمن خدام الدین لاہور وغیرہ کو بھی ہندو کانگرس کے ذو برلا جیسے سرمایہ فراہم ہوتا تھا جو سودی رقم سے اکٹھا ہوتا تھا۔ علمائے کرام نے ہمیں یہی بتایا ہوا ہے کہ جس آدمی کے پیٹ میں حرام کا مال جائے گا وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان حضرات نے یہ حدیث شریف بھی سنائی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے پیٹ میں حرام کی روٹی جائے اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ بھلا فنڈ سے حصہ پاتے تھے اور ہندو کی کمائی کا سب سے بڑا ذریعہ سود در سود ہوتا ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ سیاست دین اسلام سے علیحدہ نہیں ہوتی اس لئے اسے صرف سیاست کا خرچہ سمجھ کر فقہ مار لینا ایسے معاملہ میں درست نہیں ہو سکتا۔

بہرکیف اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مرحوم کو عالم بالا کی اطلاع مل گئی تھی کہ ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ

ہو گیا ہے اور یہ کہ پاکستان بن ہی جائے گا تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا اب ان کی مخالفت خدا اور رسول کی مخالفت نہیں تھی۔

دکھ کی بات ہے کہ مولانا مدنی جیسے جید عالم دین نے تقدیر کے مقابلہ میں اپنی تدبیر کے جواز کیسے نکال لئے؟ تجھ میں اشارہ بلکہ حکم ربانی کے ملنے پر بھی انہوں نے پاکستان کی مخالفت نہ چھوڑی۔ ف ہر ہے کہ اگر وہ برگزیدہ ہستی تھے تو انہیں اس خدائی حکم میں ہیر پھیر کی گنجائش نہ تھی ماننی کو اب صرف بغیر چون و چرا یہ حکم مان لینا چاہیے تھا اور کہنا چاہیے تھا

اے بروں از وہم و قیل و قال من
خاک بر فرق من و تمثیل من

مولوی صاحبان اللہ بخشے یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس خواب میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ خواب سچی ہوتی ہے کیونکہ شیطان حضرت نبی اکرم صلعم کا مثل نہیں بن سکتا۔ لیکن یہاں تو حالت بیداری میں خدا کے فیصلہ کی بلاواسطہ اطلاع تھی اس لئے اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ مولانا مرحوم خود معلم المعلمین دیوبند تھے۔ جلیل القدر عالم دین تھے تجربہ تھا، تبحر علمی سے خدائی حکم کے معانی بھی سمجھتے تھے اس کے باوجود ان کا تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کا مورچہ گاڑ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ یا تو یہ واقعہ صحیح نہیں یا پھر مولانا حسین احمد مدنی لغزش کھا گئے۔ اور یہ سب کچھ کانگرسی فنڈ کے استعمال کا اثر تھا کہ حقیقت حال بلاواسطہ سمجھ میں خدا کی طرف سے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی حق سے محروم رہے کہ تقدیر غلط فیصلے کرتی ہے! کیا خدا کا فیصلہ بھی غلط ہو سکتا ہے (نعوذ باللہ نقلِ کفر کفر نباشد!) آہ!

تقدیر کیا کرے مری تدبیر کیا کرے
تم اختیار میں نہ خدا اختیار میں!

مسٹر جناح جو ساری عمر مولانا مدنی مرحوم کے زیرِ عتاب اور ہدف تنقید بنے رہے رزق حلال کھاتے تھے۔ ایک دفعہ گاندھی نے جناح کو لکھا اور کہا کہ تم فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہو حالانکہ تمہاری قوم غریب ہے اور میں تھرڈ کلاس میں سفر کرتا ہوں۔ جناح نے جواب دیا اور کہا میں اپنی کمائی سے فرسٹ کلاس میں سفر کرتا ہوں، تم ہو کہ قوم کے گاڑھے پسینہ سے کمائے ہوئے روپیہ سے خرچ کر کے سفر کرتے ہو، بس میرے اور تمہارے درمیان یہی فرق ہے۔ جناح نے ساری عمر کسی سے چندہ نہیں مانگا بلکہ چندہ دیا، جب وفات پائی تو اپنی کمائی کی کار خیر میں تقسیم کی وصیت کر دی۔ لاکھوں روپیہ مسلمان کالجوں اور یونیورسٹیوں کو ملا اور قوم کے کام آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت اور فراست میں برکت رکھی اور یہ نحیف و نزار اور بیمار شخص وہ کام کر گیا جو کسی سے نہ ہو سکا اور مولانا مدنی کو خدا بخشے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

نوائے وقت ۱۷ نومبر ۸۳ء

یہ مستنبط کرنا . . . . بڑی زیادتی ہے"۔

(پرویز صاحب طلوع اسلام نومبر ۱۹۳۴ء ص ۴۶)

سوال تو یہ ہے کہ ان الفاظ میں کھینچا تانی تو کسی نے نہیں کی۔ الفاظ واضح ہیں پھر جیسا کہ ہم نے عرض کیا، قادیانی، ہندو دہریہ اور عیسائی دنیا کے ذمہ دار لوگوں کو کلیدی پوسٹیں دینا اور عملاً اسلامک اسٹیٹ یا قرآنک سٹیٹ کے لئے کچھ نہ کرنا ذہنوں میں شکوک تو ضرور پیدا کرتا ہے اور ابتدائی دَور کی اس سرد مہری کا خمیازہ ۱۹۷۱ء میں ملک ٹوٹنے کی شکل میں اور اب انارکی اور افراتفری کی شکل میں ہم بھگت رہے ہیں۔

پرویز صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جناح صاحب کا نظریہ نیشنلزم، عقیدہ نیشنلزم اور عمل نیشنلزم تھا (طلوع اسلام نومبر ۸۳ء ص ۳)

اور یہ کہ وہ اپنی تگ و تاز میں ناکام ہو کر دل برداشتہ ہو کر انگلینڈ چلے گئے (حوالہ بالا) اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ انہوں نے وہ ناپسندیدہ عنصر جسے مولانا یا مولوی کہا جاتا ہے اس کی جکڑ بندیوں سے معاشرے کو آزاد کرایا (طلوع ص ۳۷) تو اس کے بعد کیا اسباب ہوئے کہ وہ واپس تشریف لائے تو اسلام کے علمبردار بن کر؟

(پرویز صاحب اس ضمن میں سارا کریڈٹ مرحوم اقبال کو دیتے ہیں لیکن اقبال کے بعض حالیہ خطوط اس کی نفی کرتے ہیں جن کا تذکرہ آئندہ ہوگا) اور جب اس موضوع پر ان کی جنگ کامیاب ہو گئی تو پھر وہ تقریر فرما دی جس کا ذکر آچکا؟

تاریخ کی یہ وہ پیچیدہ گتھیاں ہیں جنہیں سلجھانا از بس ضروری ہے ——— آج ہمارے یہاں جو انتشار ہے، افراتفری ہے اس کا سبب یہی الجھاؤ ہیں ——— پرویز صاحب بھی اس شمارہ میں تاریخ کے مرتب نہ ہونے کا رونا روتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ پاکستان میں کسی کانگریسی یا نیشنلسٹ مولوی کی حکومت تو نہیں رہی۔ آپ کے قبیلہ کی حکومت رہی، نہ تاریخ لکھی گئی نہ حقائق سامنے آئے۔

اس کی ذمہ داری آپ پر ہے اور قوم بجا طور پر سوال کرتی ہے کہ اسے بتلایا جائے کہ تقسیم ملک کے خاک و خون کا سمندر جو اسے عبور کرنے کی تلقین کی گئی تو کیوں؟

اس مسئلہ کو حل کر دیں تو بہتر ہوگا ورنہ داورِ محشر کی عدالت سے کسی کو چھٹکارا نہ مل سکے گا!

بقیہ: احادیث الرسولؐ

بڑی نیکی اور اجر کا ذریعہ ہے۔ اس سے بھی رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے ——— ہاں حدیث کے ان الفاظ کو یاد رکھیں جن میں ہے کہ قرض کے لئے کچھ بچا لیتا ——— کہ میں نے کسی کا قرض دینا ہوتا تو وہ بچا کر باقی سب اللہ کے راستہ میں دے دیتا۔ اس لئے کہ قرض کی ادائیگی انفاق فی سبیل اللہ سے مقدم ہے ———

قرض اچھی چیز نہیں اس سے حتی الوسع بچنا چاہئے۔ مجبوری آ جائے تو نہایت ضرورت کے تحت اس مقدار میں لے اور جلد سے جلد ادائیگی کی فکر کرے۔ ادائیگی کی خواہش دل میں ہو اور آدمی چاہے کہ اس بوجھ سے محفوظ ہو جاؤں تو اللہ رب العزت خزانہ غیب سے انتظام فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بری عادتوں سے بچائے اور اچھی عادات سے نوازے۔

بقیہ: دعائے مغفرت

مرحوم کے لئے اللہ رب العزت کے حضور عفو و درگذر اور ترقی درجات کی درخواست کرتا ہے۔

(علوی ۔ مدیر خدام الدین)

علوی دار کراچی
۱۳ نومبر ۱۹۸۳

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

انبیاء علیہم السلام — ربّ کعبہ کے حضور

(۲)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-
محترم حضرات و معزز خواتین !
دعا کی بات چل رہی ہے اور یہ عرض کیا جا رہا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے، مومن کا ہتھیار ہے۔ اللہ سے فریاد کی جائے تو وہ خوش ہوتا ہے طلب سے کہیں زیادہ دیتا ہے اور نہ طلب کیا جائے تو ناراض ہو کر جہنم کی وعید سناتا ہے۔

آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی فریادیں آپ سن چکے اب کچھ اور انبیاء علیہم السلام کی سنیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

اس جلیل المرتبت نبی کی داستان قرآن میں موجود ہے اپنے لڑکے یوسف علیہ السلام سے انہیں بہت پیار تھا لیکن باقی لڑکے اسے ناپسند کرتے وہ اللہ کے بندے حسد کا شکار ہو گئے۔ حالانکہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ حسد میں آ کر بھائی کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنا لیا۔ کسی طرح لے گئے اور کنوئیں میں ڈال کر واپس آ کر یعقوب علیہ السلام سے جھوٹ بولا کہ انہیں بھیڑیا لے گیا۔ یعقوب علیہ السلام نے پیغمبرانہ بصیرت سے جواب دیا کہ تمہاری یہ بات گھڑی ہوئی ہے اس میں ذرہ برابر حقیقت نہیں۔

"سو اب میرا کام صبر جمیل ہے اور جو باتیں تم بنا رہے ہو ان پر اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں"
(یوسف : ۱۸)

پھر دوسرا حادثہ بن یامین کا ہوا۔ نالائق اولاد نے باپ کا دل اس طرح دکھایا کہ کہا کہ جناب ! آپ کے لڑکے نے چوری کی ہے تب بھی یعقوب علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ میاں ! یہ من گھڑت کہانی ہے لیکن صبر کے بغیر چارہ نہیں تاہم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار ہوں اور مجھے اس کی مہربانی سے امید ہے کہ یوسف اور بن یامین ضرور مجھ تک پہنچائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کمال علم اور کمال حکمت کا مالک ہے۔ تمہارے کرتوتوں اور میری بے چارگی سے واقف ہے وہ مدد کرے گا اور ضرور مہربانی فرمائے گا۔

غم اور صدمہ سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں لیکن کسی جادو ٹونا، کاہن کا چکر، الاماں۔ نبی تو ان باتوں کو مٹانے آتا ہے ان کے قریب نہیں گئے۔ بس رب کی چوکھٹ تھی اور وہ تھے — درد اٹھا تو فرمانے لگے :-

"میں تو اپنے غم اور اضطراب کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے"۔
(یوسف : ۸۶)

نالائق اولاد نے کہا کہ

"جا کر یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کافروں کا کام ہے۔ مسلمانوں کا نہیں
(۸۷)

یعقوب علیہ السلام کی فریاد ربّ کعبہ کے آستانہ تک پہنچی۔ ابتلاء کا دور ختم ہوا۔ غم کی گھٹا چھٹ گئی، بھائی دربار یوسف میں پہنچے۔ انہیں احساس ہوا کہ جس کو ہم نے کنوئیں میں ڈالا۔ قافلہ کے ہاتھوں بیچا، اسی سے ہم غلّہ لے جاتے رہے ہیں اور اب اسی کے سامنے کھڑے ہیں، آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ لیکن سلام ہو یوسف پر، فرمایا۔

"آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ تم کو معاف کرے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔ (یوسف : ۹۲)

یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء کا وقت ختم ہو گیا۔ بینائی لوٹ آئی بیٹے مل گئے اور کل تک جو پریشان کرنے والے تھے وہ اب باپ سے کہنے لگے۔ ابا جان ہمارے گناہوں کی بخشش کی درخواست کریں۔ ہم تو واقعی خطاوار اور قصوروار تھے۔ پیغمبر کا دل کینہ پرور نہیں ہوتا فرمایا :-

"اے میرے بیٹو! میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش کی درخواست کروں گا وہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے"۔ (یوسف ۹۸)

یوسف علیہ السلام

یوسف علیہ السلام مصر کے مقتدر ہو گئے۔ والدین اور بھائی ان کے پاس پہنچ گئے کسی قسم کے انتقام کا سوال نہ تھا وہ مشیتِ ایزدی پر مطمئن تھے۔ جب ان کی ناموس خطرہ میں تھی تو انہوں نے فریاد کی تھی کہ اے اللہ! اے میرے مربی! یہ عورتیں جس بات کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل عزیز ہے اللہ تعالےٰ نے جیل بھجوا دیا۔ وہاں تبلیغ شروع ہو گئی۔ لوگ معتقد ہو گئے۔ بادشاہ جو اپنے خواب سے پریشان تھا اس تک یوسف صدیق علیہ السلام کی بات پہنچی۔ اس کے سوال پر آپ نے تعبیر بتائی وہ معتقد ہو گیا حتیٰ کہ اس نے اپنی اہلیہ کے قصور و خطا کا اعتراف کر لیا اور یوسف علیہ السلام کو اہم ذمہ داری سونپ دی۔ اسی حال میں بھائی غلّہ لینے آئے بار بار آئے تو بن یامین کو چھوڑنا کر چھوڑ گئے۔ اب جب سارا قصہ کھُلا تو دیکھیں یوسف صدیق کا کیا حال ہے — ابا جان اور سب اعزہ پہنچ گئے وہ خواب میں سجدہ کی بات جو ابتدا میں کہی تھی اس کی تعبیر سامنے آ گئی۔ کہنے لگے :-

"ابا جان ! یہ اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اس خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور میرے رب نے اس وقت میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب مجھ کو قید خانہ سے نکالا اور باوجود اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے مابین جھگڑا ڈال دیا تھا پھر تم سب کو اس گاؤں سے جہاں تم آباد تھے میرے پاس لے آیا۔ میرا رب جو چاہتا ہے اس کو عمدہ تدبیر سے کرتا ہے بلاشبہ وہ کمال علم اور کمال حکمت کا مالک ہے"۔ (یوسف : ۱۰۰)

اس کے بعد فریاد کرتے ہیں اس احکم الحاکمین کے دربار میں جو بڑا فریاد رس اور ہر ضرورت مند کی ضرورت کو جانتا، سنتا اور پورا کرتا ہے — اے میرے رب! تُو نے مجھ کو حکومت کا ایک بڑا حصّہ دیا۔ اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا ہے اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے

والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھ کو فرمانبرداری کی حالت یعنی اسلام پر وفات دے ۔ اور مجھ کو مرنے کے بعد اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے ۔ (یوسف : ١٠١)

ایک مومن و مسلمان کی اصل ضرورت ایمان کی موت اور آخرت کی بھلائی ہے ــــ دیکھیں یوسف صدیق عظیم نبی اپنی معصومیت اور عظمت کے باوجود اسی کی فریاد کرتا اور اسی کی التجا کرتا ہے ۔ نہ دنیا کی خواہش ، نہ عہدہ کی طلب ، نہ منصب کی تمنا ، اللہ والے تو ان چیزوں کو ٹھکراتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے بقول دنیا کو ٹھکراؤ تو وہ تمہارے قدموں میں آئے گی ۔ اس کی طلب کروگے تو وہ دُور بھاگے گی ۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جس کو راستہ سے ہٹانا چاہا وہ تخت پر گیا اور یہ اس کے سامنے سوالی بن کر آئے ، لیکن جناب یوسف علیہ السلام نے اس کے باوجود درخواست کی تو صرف توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین کی ، کہ اے اللہ ! مجھے ایمان کی موت دے اور نیکوکاروں کے ساتھ میرا انجام کر دے ۔

اسباق

کتنے عظیم ہیں اللہ کے نبیوں کی زندگی کے سبق ، مصیبت آئے تو صبر ، درخواست ہے تو اللہ کے حضور ، اور جب تکلیف دینے والے زبردست ہو کر آجائیں تو معافی ۔ کوئی انتقام نہیں ، کوئی بدلہ نہیں ۔ اس لئے کہ عفو و درگذر میں جو مزہ ہے وہ انتقام میں نہیں ۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ ، صبر کروگے تو وہ اچھا ہے ۔ حضور علیہ السلام تبھی تو دعا کرتے ۔

"اے اللہ ! تو درگذر کرنے والا اور کریم ہے ، معافی کو پسند کرتا ہے ۔ اے کریم ! مجھے معاف کردے"

اللہ نے چاہا تو آئندہ کچھ مزید انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کا ذکر ہوگا ــــ اور رب سے مانگنے کی عادت بن جائے تو سبحان اللہ !

دعائے مغفرت

● ہمارے نہایت ہی کرمفرما جناب حکیم امیر علی صاحب قریشی (ایکے از اولاد حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ) مقیم مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفاً کی اہلیہ محترمہ جو کچھ عرصہ سے اپنے داماد اور بچی کے پاس آسٹریلیا میں مقیم تھیں وہیں انتقال کر گئیں ۔

محترم قریشی صاحب جو آج کل مدینہ منورہ سے پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں ، نے احقر کو ملتان سے یہ افسوسناک خبر ارسال کی اور لکھا کہ اس عفیفہ نے ساری عمر میرے ساتھ جس صبر و حوصلہ اور تحمل و بُردباری کے ساتھ گذاری وہ دور حاضر کی ایک عورت کا کراماتی کارنامہ ہے ــــ موصوف کے صاحبزادے نعیم صاحب گذشتہ سال میرے پاس تشریف لائے اور بتلایا کہ میں اپنا اور والدہ کا اجازت نامہ برائے آسٹریلیا کی غرض سے اسلام آباد آیا اور پھر والد صاحب کے حکم سے تمہیں ملنے چلا آیا ۔ عزیز نعیم نے بتایا تھا کہ ہماری ہمشیرہ وہاں ہیں والدہ ملنے کو بے تاب ہیں افسوس کہ ان کا یہ سفر سفرِ آخرت ثابت ہوا ۔ ہم مرحومہ کے رفع درجات اور عفو تقصیرات کے لئے رب العزت کے حضور دعاگو ہیں اور اپنے محترم قریشی صاحب اور باقی متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں ۔

● اسی طرح ہمارے دیرینہ کاتب عبدالحمید صاحب کے ماموں اور خسر محترم شاہ محمد صاحب اس ماہ کی ۶ تاریخ کو سیالکوٹ میں انتقال کر گئے ۔ مرحوم محکمہ پولیس سے متعلق رہے آج کل ریٹائرمنٹ کی زندگی گذار رہے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا ۔ ادارہ اپنے دیرینہ رفیق منشی عبدالحمید صاحب اور باقی متعلقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۸۳ء
بمقام : مسلم کالونی
ربوہ ، ضلع جھنگ

تمام کامیابیوں کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے !

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم ــــ مرتبہ : محمد عثمان غنی بی ، اے ۔ واہ کینٹ

مؤرخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ربوہ ضلع جھنگ میں ، جو کہ تقسیم ملک کے بعد مرزائیوں کا کفر گڑھ بنا ۔ غلامانِ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم وہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلم کالونی میں ختم نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں جمع ہوئے ۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز اور مشہور مفسرِ قرآن حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے وہاں پر قادری راشدی طریق پر مجلسِ ذکر کرائی اور اس طرح ہزاروں صلحاء و علماء کے مجمع نے خالقِ حقیقی کا نام بلند کیا ۔ حضرت قاضی صاحب کے ارشادات سے قبل مولانا محمد اشرف ہمدانی نے چند تعارفی کلمات فرمائے ۔

(مرتّب)

تعارفی کلمات

از : مولانا محمد اشرف ہمدانی

معزز حاضرین ! جس طرح ایک صاف ستھرے کپڑے پر داغ دھبے لگ جائیں اور اس کی صفائی متاثر ہو جائے تو بھٹی پر چڑھایا جاتا ہے ۔ اسی طرح مردہ دل مجلسِ ذکر میں خدا کی یاد سے منوّر ہوتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ذکر کرنے والا ایسے ہے جیسے زندہ اور ذکر نہ کرنے والا یوں ہے جیسے مردہ ۔ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ لوگ مر کے بھی زندہ ہوتے ہیں اور کچھ زندہ رہ کر بھی مُردہ ہوتے ہیں اور اس کی غرض و غایت جو ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ میں ہوتی ہے وہ یہ ہے ؂

"تُو" کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تری ہستی کا رنگ و بُو نہ رہے
اور "ھو" میں اتنا کمال پیدا کر
کہ بجز ہُو کے غیر ھُو نہ رہے

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جب تک برتن صاف نہ ہو اس کے اندر اعلیٰ چیز نہیں آیا کرتی ۔ جب تک ہم اپنے دل دنیاوی غلاظتوں سے پاک نہیں کریں گے یہ خدا کا مسکن اور اللہ کے ذکر والی جگہ نہیں ہو سکے گی ۔ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے نصیحتیں فرمائی ہیں ۔ اس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس سال ہماری کانفرنس منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ ہمارے امیر مرکزیہ خواجۂ خواجگاں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ سراجیہ نقشبندیہ کندیاں شریف بھی یہاں پر تشریف فرما ہیں اور اس دور کے امام العصر ، شیخ العصر حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب مدظلہ العالی بھی تشریف فرما ہیں اور ہمارے رشد و ہدایت کا منبع و مرکز موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ کے ہمارے خاص بزرگ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں اور میرے شیخ رح کے

خلیفۂ خاص، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم جنہیں اللہ نے دین و دنیا کے علوم سے مزین فرمایا، ایک مدت تک دنیا کی دنیاوی علوم کی پیاس بھی بجھاتے رہے اور ایک مدت ہو گئی کہ ملک کے اکناف و اطراف میں قرآن کریم کی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔ مجلس ذکر منعقد ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے شیخ نے (خدا کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں) جو شمع روشن کی تھی اس شمع کے روشن رکھنے میں جتنی محنت شاقہ سے جناب قاضی صاحب کام لے رہے ہیں یہ انہی کا نصیب ہے۔ اللہ ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔ اس مجلس ذکر کو ہماری کانفرنس کا مغز سمجھیں جو کلمات حضرت ارشاد فرمائیں گے پوری توجہ اور انہماک سے سنیں۔ یہ سمجھ کے کہ ہم کہاں آ گئے، پھر اس کے ثمرات، انوارات اور برکات دیکھیں۔ پھر دعا ہو گی۔ پھر جس دعا میں بڑے بڑے اہل اللہ ہوں گے خدا جانے کس کی دعا کے صدقے ہماری بگڑی بن جائے میں تو اس چیز کا قائل ہوں کہ ایک صحابی جو بصارت سے محروم ہے وہ دربار نبوت میں سوال کرتا ہے کہ مجھے اجازت ہونی چاہئے گھر نماز پڑھنے کی۔۔۔ آقا اجازت ارشاد فرما دیتے ہیں۔ وہ ابھی چند قدم چلنے پایا ہو گا کہ وحی آ گئی کہ مسئلہ جو آپ نے بتایا اصول شریعت کے مطابق ٹھیک ہے لیکن ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے ہیں
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس کو واپس بلائیے اور اس کو کہئے کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ جی ہاں سنتا ہوں۔ فرمایا پھر تمہارے لئے یہیں آ کر نماز پڑھنا ضروری ہو گا۔ علماء تصوف نے لکھا ہے کہ شریعت کا ضابطہ بالکل ٹھیک تھا کہ ان کو گھر ہی میں بوجہ عذر نماز پڑھنا چاہئے تھی لیکن آقا سے یہ حکم کیوں دلایا گیا کہ تم مسجد میں آ کر نماز پڑھا کرو؟ علماء تصوف نے اور اہل دل لوگوں نے لکھا ہے کہ کچھ نمازی ایسے ہوا کرتے ہیں کہ جن کی نمازوں کے صدقے دوسرے نمازیوں کی نمازیں قبول ہوتی ہیں، فرمایا تمہاری تو وہاں بھی قبول ہے لیکن دیگر نمازیوں کو محروم کیوں کرتے ہو؟ تو حضرات گرامی قدر! یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اس لئے میں آپ کے اور شیخ کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا اور میں اس قابل بھی کہاں؟ میں تو ان حضرات کا اور آپ کا ادنیٰ خادم ہوں اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ حافظ غلام حبیب جیسے بزرگ، حضرت مولانا خان محمد صاحب اور ہمارے حضرت قاضی صاحب جیسے بزرگ، ان حضرات کے جوتوں میں اگر مجھے پانی پینے کے لئے مل جائے تو مجھے اپنی قسمت پر ناز ہو گا۔ اس لئے میں ان حضرات سے متمنی ہوں کہ دعا فرمائیں میرے لئے، آپ کے لئے، اللہ ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمائے۔ اللہ ہم سب کو اپنے فضل سے قیامت کے دن افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ اور قریب آئیں، لطف اندوز ہوں اور اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں۔۔۔ اب حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم سے استدعا ہے کہ اپنے ارشادات عالیہ سے نوازیں۔

حضرت قاضی صاحب کے ارشادات

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ:۔

محترم علماء کرام اور میرے بھائیو اور عزیزو! میرا یہاں پر حاضر ہونا صرف اس لئے ہے کہ مجھے نیک لوگوں کے ساتھ اٹھنا میرا اٹھنا بیٹھنا نصیب ہو جائے، ان پاکیزہ مجاہدین کی زیارت نصیب

ہو جائے۔ جو میرے متعلق محترم مولانا اشرف ہمدانی نے ارشاد فرمایا ہے میں اس قابل نہیں ہوں۔ یہاں پر اس دور کے بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی موجود ہیں جن کے سامنے میں طفل مکتب بھی نہیں ہوں۔ مگر چونکہ یہ ان کا ارشاد ہے اس لئے میں یہاں پر بیٹھ گیا اللہ کا نام لینے کے لئے۔

میرے دوستو، میرے بھائیو! دنیا میں دو قسم کے نظام پہلے بھی تھے، اب بھی ہیں، آئندہ بھی چلتے رہیں گے۔ ایک وہ نظام ہے جو بے لگامی کا نظام ہے، اسباب پر صرف بھروسہ کیا جاتا ہے، اور اسباب کو پیدا کرنے والے کے ساتھ تعلق قائم کیا جاتا ہے اور اسی پر اعتماد رکھا جاتا ہے۔ یہ دوسری تعلیم اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں (علیہم الصلوٰۃ والتسلیم) نے دی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کرنے کا حکم بھی فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمہاری کامیابی اس وقت ہو گی جب تمہارا تعلق میرے ساتھ ہو گا کیونکہ اسباب میں قوت پیدا کرنا یا اسباب کو ناکام کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (جمعہ ۱۰) نماز پڑھنے کے بعد دنیا میں پھیل جاؤ، اللہ کا فضل ڈھونڈو، رزق ڈھونڈو، مقاصد اختیار کرو، تجارت کرو، مزدوری کرو، لیکن یہ سمجھ لو کہ تمہیں کامیابی اگر ملے گی تو کس میں؟ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۵ (جمعہ ۱۰) اللہ کا ذکر زیادہ کرو گے تجارت کامیاب ہو گی، نہ کرو گے تجارت کامیاب نہ ہو سکے گی۔ جہاد سے بڑھ کر کون سی عبادت ہے؟ مگر جہاد کے بارے میں کیا فرمایا سورۃ انفال میں؟ اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا (انفال ۴۵) جب تمہارا مقابلہ کافروں کے ساتھ ہو تو ثابت قدم رہو، لیکن اپنی تعداد اور قوت پر، اپنے اسلحہ پر بھروسہ نہ کرو۔۔۔ بلکہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وہاں بھی اللہ کا ذکر زیادہ کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے وہ چاہے گا تین سو تیرہ کو غالب کر دے گا۔ نہ چاہے گا تو لاکھوں سے ہتھیار ڈلوا دے گا۔

اسی طرح میرے دوستو، میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم ہر نبی علیہ السلام کو ہوا ہے۔ ذکر ہی اطمینان قلب ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۵ (رعد: ۲۸) ذکر بہت بڑی طاقت ہے، ذکر بہت بڑی قوت ہے۔۔۔ آپ جانتے ہیں، لکھا پڑھا مجمع ہے۔ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ فرعون کے مقابلہ میں جاؤ۔ آپ اندازہ فرما لیں کہ وہاں پر فرعون کی حکومت ہے، فوج ہے، اسلحہ ہے، دولت ہے، فرمانروائی ہی نہیں بلکہ اُن کے سامنے وہ باطل کی خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ادھر دو مرد درویش ہیں، اللہ تعالیٰ کے ولی، سامان جنگ کچھ بھی نہیں، موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عصا ہے، لاٹھی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے کیا حکم فرمایا؟ فرمایا کہ اسباب پر بھروسہ مت کرو۔ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ۵ (طٰہٰ ۴۲) میرے ذکر میں کمی نہ کرو۔ ذکر کرو، کامیاب ہو جاؤ گے۔۔۔ اسی لئے حضور اکرم فرماتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تم دونوں جہانوں کی سعادتوں کو حاصل کرنا چاہو تو تمہاری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! ہمارے بزرگوں میں یہ سب چیزیں موجود تھیں۔ وہ مجاہد بھی تھے۔ وہ محدث بھی تھے، وہ مفسر بھی تھے، وہ فقیہ بھی تھے، وہ مفتی بھی تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ زمانے کے غوث اور قطب بھی گزرے ہیں۔ الحمد للہ آج بھی

موجود ہیں ۔ تو اس لئے ہمارے اکابر کا جو طرزِ عمل ہے وہ وہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر زیادہ کیا جائے، اس دور میں تو بہت زیادہ کیا جائے ۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ہی میری آپ کی کامیابی ہے ۔ اب ہم اللہ تعالےٰ کی توفیق کے ساتھ اُس کا نام لیں گے ۔ طریقہ ہر کام کا مقرر کیا جاتا ہے، اور یہ طریقہ مقرر کرنا اس عبادت کے لئے مفید ہوتا ہے ۔ ہمارے شیخ امام اولیاء دورِ حاضر، حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے سلسلہ قادریہ راشدیہ میں جو طریقہ ذکر کا ارشاد فرمایا وہ یہی ہے کہ پہلے گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھی جائے اور اس کا ثواب بتوسل امام الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچایا جائے ۔ اس کے بعد تین بار ہوگا اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ پھر ایک ہزار بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ ایک ہزار بار اِلَّا اللّٰہُ ایک ہزار بار صرف اللہ، اللہ، اور ایک ہزار بار صرف ھُوْ، ھُوْ ۔ جیسا کہ جناب ہمدانی صاحب نے ارشاد فرمایا یہ ھُوْ ہی ساری توحید کا خلاصہ ہے ۔ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (حشر ۲۲)

تو اس لئے ذکر میں جتنا انہماک ہوگا اتنا ہی فائدہ ہوگا ۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذاکر ذکر میں تصوّر کرے کہ ساری کائنات میں کوئی چیز نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ۔ جب ایک حصّہ ختم ہوگا تو انشاء اللہ یہاں اس تپائی کو بجایا جائے گا پھر اس کے بعد دوسرے حصّے کا ذکر شروع کیا جائیگا ۔ اب بتیاں گل کر دیجئے ۔ اندھیرے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے (اس کے بعد مجلس ذکر ہوئی ۔ آخر میں مندرجہ ذیل دعا ہوئی ۔)

دُعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رب العالمین وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ہ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ہ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ہ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ہ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ہ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ہ

یا اللہ! جو ذکر ہم نے ابھی کیا ہے تُو قبول فرما ۔ یا اللہ! میرے، ان بھائیوں کے، سب کے پہلے گناہوں کو معاف فرما ۔ یا اللہ! تیرا بے انتہا شکر ہے کہ تُو نے ہم گنہ گاروں کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی، یا اللہ! تو نے اس مرکز علوم محمدی میں تُو نے ہمیں اپنا نام بلند کرنے کی سعادت بخشی، اللہ! اس پر ہمیں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما ۔ یا اللہ! میرے، میرے ان بھائیوں کے، چھوٹوں کے، بڑوں کے، سب کے پہلے گناہوں کو معاف فرما ۔ آئندہ ہم سب کو یا اللہ! نیک اعمال کی توفیق نصیب فرما ۔ امام الانبیاءؐ والمرسلین کی پیروی نصیب فرما ۔ یا اللہ! حضورؐ کی محبت زیادہ نصیب فرما، یا اللہ! حضورؐ کی شفاعت نصیب فرما ۔ یا اللہ! چھوٹے بڑے چھوٹے بڑے قریب بعید جتنے بھی بیمار ہیں سب کو شفاء نصیب فرما ۔ یا اللہ! تمام مسلمانوں کو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق نصیب فرما، ہمارے ملک کو یا اللہ! شر و فساد سے محفوظ فرما ۔ فضائے عالم میں ختم نبوت کو یا اللہ! اجاگر اور جاری کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ اس محفل میں جتنے بھائی تشریف فرما ہیں سب کی دلی مرادوں کو پورا فرما ۔ آمین

باب الاسلام کراچی سے

رپورٹ: راشد محمود

اسلام سے تعلق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسانی ماحول سے لاتعلق ہو جائیں

دینی اقدار کی بالادستی قائم کرنے کے لئے اجتماعی قوت کی فراہمی ضروری ہے

ہم قربانیوں کا سمندر عبور کر کے ساحل آزادی سے ہمکنار ہوئے ہیں

دارالعلوم رحمانیہ، مسجد الاخوان، مخزن العلوم اور جامعہ انوار القرآن کراچی کے اجتماعات میں مولانا محمد اجمل قادری، مولانا عبدالرشید انصاری اور دیگر علماء کا خطاب

اگست کے دوسرے عشرے میں عروس البلاد اور باب الاسلام کراچی کے عوام نے حسب روایات سابقہ دکانوں مکانوں موٹروں سائیکلوں کاروں اور رکشاؤں کو سبز ہلالی جھنڈیوں اور قومی پرچموں سے سجا کر وطن پاک سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور سینتیسواں یوم آزادی جوش و خروش سے منایا ۔ سیاسی سماجی ادبی اور علمی اداروں اور تنظیموں نے جلسوں مذاکروں اور سیمیناروں کے ذریعہ جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک کے مختلف پہلوؤں کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کیا ۔ اس کے ساتھ ساتھ امسال کراچی میں جشن آزادی کے موقعہ پر منعقدہ پروگراموں میں ایک اضافہ یہ بھی ہُوا کہ دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض دینی مراکز میں بھی برصغیر کے ان اکابر علماء کا تذکرہ اور جدوجہد آزادی میں ان کی قیادت و رہنمائی اور ناقابلِ فراموش قربانیوں پر روشنی ڈالی گئی جنہوں نے آزادی کی جنگ میں برصغیر کے مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو بچانے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا ۔ اور رجہرو لالچ کا کوئی حربہ ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکا ۔

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کے فرزند اور انجمن خدام الدین لاہور کے نائب امیر مولانا محمد اجمل قادری کی کراچی میں آمد سے کراچی کے انتہائی فعال اور جواں فکر عالم دین مولانا عبدالرشید انصاری نے فائدہ اٹھاتے ہوئے متعدد پروگرام تجویز کئے تھے جو بڑے نظم و ضبط کے ساتھ انعقاد پذیر ہوئے جن میں ولی اللّٰہی اور عبید اللّٰہی خاندانوں علماء دیوبند اور جہاد آزادی کے نامور علماء اور اکابرین حق کے جذبۂ اشاعت حق، عشق رسول، ولولۂ حریت، اتباع اسوۂ نبوی اور قومی و ملی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔

مسجد الاخوان میں اجتماع

اس سلسلۂ یاد ماضی کا پہلا اجتماع دستگیر سوسائٹی بلاک ۱۵ کی مسجد الاخوان میں مورخہ ۱۳ر اگست کو نماز عشاء کے بعد منعقد ہُوا ۔ خطیب مسجد الاخوان اور نظام العلماء کراچی کے رہنما مولانا عبدالکریم نے مہمان علماء کا خیر مقدم کیا ان کے کلمات ترحیب کے بعد کراچی شہر میں ہفت روزہ خدام الدین کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مولانا عبدالرشید انصاری نے اپنے فکر انگیز خطاب سے اجتماع کی کاروائی کا آغاز کرتے ہوئے کہا ۔ دین کی راہ کردار و عمل اور ایثار و قربانی کی راہ صبر آزما ہے ۔ برصغیر میں اکابر علماء دیوبند اور ولی اللّٰہی و عبید اللّٰہی خاندانوں کے بزرگانِ صدق و صفا اس راہ بہشت زار کے قائدین و مقتداء تھے ۔ ان رہنماؤں نے اپنے کردار و عمل سے ہمیں یہ بتایا کہ جب اللہ اور اس کے محبوب پیغمبر سے سچی محبت ہے تو پھر اپنی حیات ناپائیدار کو اسی راہ عشق و محبت میں قربان کر دو ۔

مولانا انصاری نے کہا کہ دنیا پرست دین فروش عناصر اور ان کے لیڈروں کے ارد گرد خواہ کتنا بھی بڑا مجمع اکٹھا ہو جائے وہ ملک و ملت کے وفادار اور

دین اسلام کے مخلص خدمت گذار نہیں بن سکتے۔

مہمان خصوصی مولانا محمد اجمل قادری نے آئمہ وخطباء کرام اور شہریانِ کراچی کے اس منتخب اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ وطن پاک میں دینی اقدار کے تحفظ اور بالادستی کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ پاکستانی قوم میں کردار وعمل کا وہی جذبہ موجزن ہو جس کی مثال ہمارے بزرگوں نے ان گنت اور عظیم الشان قربانیاں دے کر ہمارے سامنے قائم کی ہے۔ ہمارے اسلاف نے مادی وسائل سے تہی دست اور بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی اپنا ملی اور ایمانی فریضہ سمجھ کر علوم نبوت اور نور نبوت کی ترویج اشاعت کا بیڑہ اٹھایا تو دارالعلوم دیوبند کے نقوش پر دنیا بھر میں مدارس و مراکز دینی کا جال پھیلا دیا اور اس طرح غیر ملکی فرنگی حکمرانوں کے ظلم و اقتدار کو چیلنج کیا اور بالآخر ہمارے ان محسن بزرگوں کے صبر و استقلال نے انگریزی استعمار کے جبر واستبداد کو شکست فاش دی تاریخ گواہ ہے کہ مفاد پرست طبقہ کی غداریاں بھی غیر ملکی لٹیروں کے اقتدار کو نہ بچا سکیں۔ اور برصغیر کے مسلمانوں نے دین الٰہی کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے دنیا کے نقشے پر ایک نئی نظریاتی اسلامی مملکت ”پاکستان“ کا اضافہ کر دیا۔ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف اور صرف اسلامی نظام حیات کا نفاذ و اجراء ہے۔ اس لئے سرزمین پاکستان پر جب تک سرکاری اور عوامی سطح پر اسلامی احکام وقوانین کی پابندی لازمی قرار نہیں دی جاتی مقاصد پاکستان کی تکمیل نہیں ہوگی۔

مدنی مسجد گوہر آباد کے خطیب اور خطباء اسلام کے رہنما مولانا قاری عبید اللہ اور جامعہ قاسمیہ ہاشمیہ کے مہتمم اور تنظیم اہلسنت پاکستان کے رہنما مولانا فیض محمد فیض نقشبندی نے بھی مسجد الاخوان کے اجتماع سے خطاب کیا۔

مدرسہ مخزن العلوم میں جلسہ

۱۴ اگست کو صبح گیارہ بجے یوم آزادی کے موقعہ پر بنارس کالونی کراچی کے مدرسہ مخزن العلوم میں جلسہ ہوا۔ صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالودود نے فرمائی۔

مولانا محمد اجمل قادری نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ آج ہمیں ۳۷ویں یوم آزادی کے موقعہ پر یہ عہد کرنا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کو حقیقتاً اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے ہم اپنے بزرگوں اور قائدین آزادی کے مشن کو مکمل کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ مسجد و مدرسہ میں علوم وقرآن وسنت کی تدریس واشاعت میں مشغول ومنہمک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے گردوپیش اور انسانی ماحول سے لاتعلق ہو جائیں۔ اور لوگوں کو ابلیسی قوتوں اور موقعہ پرست عناصر کی کھلی چراگاہ بننے کا موقعہ فراہم کر دیں۔ بلکہ ایک ذمہ دار پاکستانی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ برائیوں اور ظلم و زیادتی کے قلع قمع کے لئے ہم جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر جدوجہد کی راہ پر گامزن ہوں۔ پاکستان ہمارے ہی اکابر علماء کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ پاکستان کی بنیادوں کو حضرت سید احمدؒ، مولانا شاہ اسماعیلؒ اور حافظ ضامن نے اپنے خون شہادت سے سیراب کیا ہے۔ مگر وہ موقعہ پرست عناصر اور غداران ملک وملت جن کے پسینہ کا ایک قطرہ بھی جہاد آزادی میں کام نہیں آیا آج وہ پاکستان میں اپنے آپ کو پاکستان کا وارث قرار دے کر ملک وقوم کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے اگر ہم نے باطل کے ناپاک ارادوں کا پردہ چاک نہ کیا اور اپنے ملی فرائض کی ادائیگی کی جانب توجہ نہ کی تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ مولانا میاں محمد اجمل قادری سے پہلے جامعہ انوار القرآن کے مہتمم مولانا فداء الرحمٰن درخواستی اور مولانا عبدالرشید انصاری نے بھی جلسہ سے خطاب کیا۔ دوسرے علماء کے علاوہ مولانا مظفر الدین، مولانا فیض محمد فیض نقشبندی، قاری افضال الحق اور مولانا قاری عبید اللہ نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔

نظام العلماء کراچی ڈویژن کا اجلاس

۱۴ اگست کو دوسرا پروگرام جامعہ انوار القرآن نارتھ کراچی میں نماز ظہر کے بعد نظام العلماء کراچی ڈویژن کا اجلاس

تھا جس میں دور دراز علاقوں سے نظام العلماء کراچی کے کارکنوں اور رہنماؤں نے شرکت کی۔ جامعہ کے مہتمم اور نظام العلماء کے رکن مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے کراچی میں نظام العلماء کی تنظیم کی ترقی واستحکام کی ضرورت کے علاوہ مرکزی قیادت پر کامل اعتماد رکھنے کو بہتر مستقبل کا پیش خیمہ قرار دیا اور کہا کہ نظام العلماء کے مرکزی امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے تمام نازک مراحل میں جہاں کہیں اپنے رائے کا اظہار کیا تو ان کا موقف دوٹوک اور حقائق کے عین مطابق ثابت ہوا اور آخر کار تنظیم کے اندر اور باہر لوگوں کو ان کے فیصلوں کی درستگی کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے بطور مبصر اجلاس میں شرکت کی انہوں نے اپنی تقریر میں کہا علماء کرام کو ہنگامی یا حادثاتی بنیادوں پر جز وقتی پروگراموں میں اپنی جدوجہد کو محدود نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ مستقل بنیادوں پر ملک وملت کی خدمت اور دین اسلام مسلک حقہ کی اشاعت وتبلیغ کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

انہوں نے کہا یہ بات خطرے سے خالی نہیں ہے کہ توہم پرست اور بدعقیدہ لوگ آج پاکستان کے دینی اور سیاسی افق پر اپنے گھناؤنے عزائم کی سیاہ گھٹاؤں کے ساتھ چھائے جا رہے ہیں۔ اور یہ امر کہ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ علماء دیوبند اور فکر ولی اللہی کے علمبردار علماء اور اصحاب فکر ودانش کی زندگی مسجد و مدرسہ کے اندر ہی صرف نماز روزہ کی ادائیگی تک سمٹ کر رہ جائے۔ قوم کے دکھ درد اور ملک وملت کو درپیش مسائل کے لئے وہ کوئی مؤثر اجتماعی مساعی بروئے کار نہ لائیں۔

انہوں نے کہا اس حادثہ کا نقصان ناقابلِ تلافی ہوگا کہ لوگ عمل وکردار کی راہ میں حق پرست علماء کی قیادت ورہنمائی سے محروم رہ جائیں۔

مہمان مکرم مولانا محمد اجمل قادری نے نظام العلماء کراچی کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ نظام العلماء کے کارکن اور رہنمایان کرام موجودہ حالات میں اپنی تنظیمی اور ملی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے عوام سے تعلق اور رابطہ کو انقلابی بنیادوں پر ترقی دیں۔ کیونکہ عوام سے گہرے رابطہ کے بغیر کوئی دینی یا اصلاحی تحریک اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتی۔ دینی قوتوں کا اجتماع و اتحاد اور اہل حق کا باہمی اعتماد وتنظیم وقت کی اہم ترین ضرورت ہے ہمیں عوام کے ساتھ رابطہ اور دینی امور میں ان کی درست رہنمائی کے علاوہ آپس میں اپنے کارکن رفقاء کے نجی مسائل اور مصائب ومشکلات کے حل کے لئے دینی اخوت کے جذبہ سے پوری دلچسپی لینی چاہیئے۔ انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ دینی جدوجہد میں ضروری ہے کہ ہم ایک عام مبلغ اور کارکن کی حیثیت سے اپنے رفقاء حق کے شانہ بشانہ چلیں اور ذاتی تفوق وبرتری

مُلاقاتیں

انجمن خدام الدین لاہور کے نائب امیر مولانا میاں محمد اجمل قادری نے پندرہ ۱۵ اگست کو پاکستان کے صفِ اول کے معروف صحافی اور دانشور جناب اقبال احمد صدیقی سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی اس موقعہ پر مولانا عبدالرشید انصاری اور حاجی محمد سرفراز بھی موجود تھے۔ ان رہنماؤں نے ملک میں اسلام کی صحیح ترجمان صحافت اور اشاعتی اقدار کی ترویج اور ذرائع ابلاغ کو قومی اور ملی امنگوں کے مطابق ڈھالنے اور ان کی اصلاح کے ممکنہ خاکوں پر غور کیا اور فیصلہ کیا کہ عنقریب لاہور یا کراچی میں ایک نمائندہ اجلاس اس مقصد کے لئے منعقد کیا جائے گا۔

۱۷ اگست مولانا محمد اجمل قادری پاکستان کے نامور خطیب علامہ شاہ بلیغ الدین، مولانا عبدالرشید انصاری، مولانا فیض محمد فیض نقشبندی، جناب بشیر رانا اور حاجی محمد سرفراز کے درمیان ملاقات میں پاکستان خصوصاً کراچی کی مذہبی صورت حال پر غور وفکر کے بعد اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ عظیم سنی اکثریت کے حقوق اور ناموس وعظمت اصحاب رسول کے تحفظ کے لئے بروئے عمل لائی جانے والی کوششوں کے سلسلہ میں باہمی رابطہ کو مضبوط بنایا جائے گا۔

قائم کرنے کے احساسات کو قریب تک نہ آنے دیں۔ قبل ازیں مولانا محمد یعقوب اور حافظ قیوم طاہر نے بھی اجتماع سے خطاب کیا۔

دار العلوم رحمانیہ میں خطاب

کراچی شہر کی معروف دینی درسگاہ دار العلوم رحمانیہ میں ۱۵ر اگست کو قبل از ظہر علاقہ کے آئمہ وخطباء حضرات اور دار العلوم کے طلباء واساتذہ کرام کا اجتماع جامعہ کی جدید اور پُرشکوہ عمارت میں منعقد ہوا شعبہ تجوید قرأت کے صدر مدرس مولانا قاری ضیاء اللہ شاہ کی وجد آفریں تلاوت قرآن مجید کے بعد مولانا عبدالرشید انصاری نے اپنی تقریر میں کہا کہ جس طرح تاریکی اور روشنی، سیاہی اور سفیدی، کڑواہٹ اور مٹھاس برابر نہیں ہو سکتیں، جیسے اہل جنت اور اہل جہنم کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں کیا سکتا اسی طرح حق پرست اور دنیا پرست لوگ ہی راستے کے مسافر نہیں بن سکتے۔ حق پرستوں کی راہ جنت کی راہ ہے اور فریب کار دنیا پرستوں کی راہ انہیں جہنم میں پہنچا دے گی۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ حق پرستوں کے مرشد وپیشوا تھے۔ انہوں نے دنیا کو دین اور قرآن کی راہ پر لگایا ان کے مخالف اور دشمن خود انگریز اور انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے عقیدے تباہ کرنے اور ان کے ایمانوں کو برباد کرنے کے لئے شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور دیوبند کی پوری جماعت حقہ کو گالیاں دیں اور مسلمانوں کو رسومات و بدعات میں اُلجھانے کے لئے خوبصورت جال بچھائے۔ ہم ان اکابر حق کو اپنا مقتداء اور رہنما مانتے ہیں جن کا ہر قول و عمل اتباع سنت اور عشق نبوی کی خوشبوؤں سے معطر ومنور تھا ہم عامۃ المسلمین کو مذہبی بہروپیوں اور شکم پر دین فروشوں کی تمام فریب کاریوں سے بچانے کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔

مولانا محمد اجمل قادری نے علماء وطلباء کے اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے خدمت گذار علماء وطلباء کو دین اور دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اپنے دین کی خدمت کے لئے منظور کرکے دنیا دار لوگوں پر انہیں فضیلت و برتری عطا فرما دی ہے۔ اس لئے مدرسہ ومسجد میں قال اللہ وقال الرسول کی روح نواز صدائیں بلند کرنے والے خوش قسمت حضرات یہ کبھی نہ کریں مادی وسائل اور مال و دولت کی تجوریاں بھرنے والے لوگ ان سے بلند و بالا اور مسرور وخوشحال ہیں۔ ولی اللّٰہی اور عبیداللّٰہی خاندانوں اور برصغیر میں دین حق کے سچے خدمت گذار علماء کے پاس کوئی مِل یا جاگیر یا کسی علاقے کی حکومت نہ تھی لیکن انہوں نے اپنے وجود کو اللہ کے دین کی خدمت میں ایسا وقف کیا کہ ان کو خداوند کریم نے عزت ووقار اور قدر ومنزلت کے اوج پر پہنچا دیا اور آج ہم ان کا متبع اور پیروکار کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا آج بھی ہماری کامیابی کی ضمانت یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے اداروں کی عظیم الشان عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں لگ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی رضا وخوشنودی اور راہ حق میں ہماری کوششوں کو کامیابیوں کی منزل تک لے جانے کا راز اسی بات میں ہے کہ ہم دنیا کو دین کے لئے قربان کردیں اور دین کی راہ میں ہر طرح کی پریشانیوں رکاوٹوں اور مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

انہوں نے کہا تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ایثار و قربانی کے سمندر عبور کرکے ہم ساحل آزادی تک پہنچے ہیں۔ اس لئے کسی طرح کی بھی غفلت وتساہل ہمیں صدیوں پیچھے لے جائے گا۔

- ایمان دار وہ شخص ہے جس سے لوگوں کی جان ومال محفوظ ہو۔
- کچھ نہ کرنے کی نسبت کام کرکے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے۔
- حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔
- ایمان کا دشمن جھوٹ، عزت کا دشمن سوال، عقل کا دشمن غصّہ اور دولت کی دشمن بددیانتی ہے۔

ٹیلیویژن کے دینی پروگرام

عبد اللہ آفاقی صاحب، مسلم ٹاؤن ـــــ لاہور

ٹیلیویژن ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ ہے اور جن قوموں نے اسے ایجاد کیا ہے وہ اس سے بے شمار فوائد حاصل کر رہے ہیں ہم چونکہ قومی سطح پر بے مقصد زندگی کے عادی ہو چکے ہیں اسی لئے ایک مفید ترین شے بھی ہمارے ہاں بے مقصدیت کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ اس ذریعہ ابلاغ کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو بالعموم اس کے تین مقاصد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ تعلیمی
۲۔ تربیتی
۳۔ تفریحی

مغرب میں زندگی کا تفریحی پہلو خاصا اہم ہے کیونکہ مادی تہذیب کے لوازمات میں جسمانی لذتیں اور مادی مسرتیں شامل ہیں۔ اور ان معاشروں کے انسان زیادہ سے زیادہ مسرتیں حاصل کرنا خوشحال زندگی کی علامت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے تفریح کا ایک ایسا تناسب قائم رکھا ہے جس سے مجموعی تاثر خراب نہیں ہوتا۔ مغربی ممالک میں ٹیلیویژن پر میوزک، ڈرامہ اور فلم کو خاصی اہمیت حاصل ہے مگر ایسی بھی نہیں کہ پورے پروگرام کا نوے فیصد حصہ انہیں کے لئے وقف ہو۔ بلاشبہ ان کے وسائل زیادہ ہیں اس لئے وہاں ٹیلیویژن کے کئی چینل کام کرتے ہیں۔ جیسے تفریحی، تعلیمی وتربیتی اور کچھ کمرشل۔ ـــــــــــــــ وہاں ـــ ـــ

کا ایک بڑا تناسب ہوتا ہے جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں مستند اور عمدہ معلومات فراہم کرتے ہیں۔ میں نے برطانیہ میں سائنس اور مذہبی موضوعات پر ایسے سلسلے دیکھے ہیں جو ناظر کو بیک وقت اتنی اچھی اور منتخب معلومات فراہم کرتے ہیں جنہیں حاصل کرنا شاید عام انسان کے بس میں نہ ہو۔ پھر قومی وبین الاقوامی معاملات کے سیاسی، معاشی، عسکری اور معاشرتی پہلوؤں پر شاندار پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ غرض مغرب میں ٹیلیویژن انسانی زندگی کے لئے ایک بھرپور پیشکش ہے۔

اب ذرا پاکستانی ٹیلیویژن کا جائزہ لیجئے اس کی مثال ایک ایسے انسان کی ہے جس کا سر چپک گیا ہو، ٹانگیں سوکھ گئی ہوں اور بازو لٹک گئے ہوں لیکن پیٹ بڑھ کر کُپّا ہو گیا ہو۔ گویا اس کے جسم میں صرف پیٹ ہی پیٹ ہو۔ اس بدنما انسان کو کوئی ذی ہوش شخص پسند نہیں کرے گا۔ یہی حال پاکستانی ٹیلیویژن کا ہے جب دیکھو تفریح جس وقت کھولو میوزک۔ گویا ہمہ جہت تفریح۔

یہ درست کہ ہمارے وسائل اتنے نہیں کہ ہم ایک سے زائد چینل قائم کرسکیں لیکن ہمارے ارباب اختیار ایک چینل کے پروگراموں کو تو متوازن بنا سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے ٹیلیویژن پر ابتدا ہی سے ایسے لوگوں کا قبضہ ہے جو اس ملک کے اساسی نظریہ کے ساتھ وفاداری کی بجائے ذاتی مفادات اور بین الاقوامی تحریکات کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔

سیاسی عدم استحکام کے باعث بیورو کریسی کی گرفت مضبوط رہی ہے۔ اور ان کی واضح اکثریت اباحیت پسند ہے اس لئے ارباب اختیار کا مجموعی رجحان تفریح وتعیش تھا۔ اور وہی رویہ مختلف ذرائع سے منعکس ہو کر معاشرے کے دل ودماغ تک پہنچتا رہا۔ ٹیلیویژن

کے پچھلے پندرہ برسوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس اہم ذریعہ ابلاغ پر تفریح کا عفریت مسلط رہا ہے۔ میں ذاتی طور پر ان انتہا پسندوں سے اتفاق نہیں کرتا جو یہ سمجھتے ہیں کہ "اس بازار" کے لوگوں نے اس نظریاتی مملکت کے باشندوں سے انتقام لیا ہے اور بے حیائی کو گھر گھر پہنچایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تفریح حیات انسانی کی اہم ضرورت ہے اور انسانی شخصیت کو متوازن و شگفتہ اور ہیئت اجتماعیہ کو معتدل رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ڈرامہ اور فلم کے موضوعات اور طرز ادا ہر قوم کی انفرادیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ہماری فلمیں تو اپنے غیر معیاری طریق اور بھونڈے انداز کی وجہ سے غیر مقبول ہو گئی ہیں۔ البتہ ٹیلیویژن کے بعض ڈراموں میں مقصدیت کا رنگ قدرے جھلکتا ہے۔ معاشرتی مسائل اور الجھنوں کے علاوہ بعض تاریخی موضوعات بھی ڈرامائی تشکیل میں آتے ہیں۔ ابھی ابھی "شاہین" ختم ہوا ہے امید کرنی چاہیئے کہ اس کا
ہو۔ موجودہ حکومت نے جو نظریاتی رنگ دیا ہے اس سے کچھ تبدیلی آئی ہے لیکن یار لوگ مکالموں کی
ملبوسات اور طرز ادا میں اپنا جوہر دکھا جاتے ہیں۔ مستحکم اداروں کی تضحیک کے خفیف رنگ کے ساتھ بعض ڈراموں کا خطرناک پہلو زبان کا بگاڑ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو زبان کو یہاں کی علاقائی زبان سے استفادہ کرنا چاہیئے اور بعض الفاظ و تراکیب کا استعمال قابل قبول بھی ہے لیکن کھچڑی زبان کا جو نمونہ چند پاکستانی کہانی نویس اور ڈرامہ پروڈیوسر پیش کر رہے ہیں وہ کوئی قومی خدمت نہیں۔ کراچی سٹیشن کے سنجیدہ پروگراموں کے ساتھ بعض مزاحیہ پروگرام فی الواقعہ حقیقی مسرت مہیا کرتے ہیں۔

میوزک کو بھی خاصا وقت دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ تفریحی اور ذہنی آسودگی کا اہم ذریعہ ہے اس میں مختلف نوعیت کے جو پروگرام پیش کئے جاتے ہیں ان میں خواتین گلوکاروں کا غلبہ ہے ان کی آواز کے سحر پر مستزاد ان کی شخصیت کا جادو بھی کام کرتا ہے۔ ان کی صلاحیت اور پیش کاری کے معیار سے انکار نہیں لیکن ان کے لباس، اطوار اور طرز ادا سے جو تاثر ملتا ہے وہ اسلامی ثقافت سے کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا۔ اس حکومت کے وزیر اطلاعات و نشریات کو غور کرنا چاہیئے جو عورتوں کو چادر اوڑھنے کا وعظ کرتی ہے۔ راجہ صاحب کے زیر انتظام ادارے میں خواتین جو نمونہ پیش کرتی ہیں وہ قول و فعل کے تضاد کا حسین مظہر ہے۔

غزل کی گائیکی اگر درست ہو تو جذبات کی تسکین کے علاوہ روح کے لئے فرحت بخش کا کام بھی دیتی ہے۔ غلام علی جیسے منفرد گلوکار، مہدی حسن جیسے کہنہ مشق لوگوں کی جتنی حوصلہ افزائی کی جائے کم ہے۔ خواتین گلوکاروں میں نیرہ نور کی سادہ شخصیت اثر انداز ہوتی ہے۔ منی بیگم بھی مؤثر ہے لیکن بعض خواتین کے میک اپ اور لباس سے ایسا لگتا ہے کہ اس بازار سے اٹھ کر آئی ہیں اور ابھی ناچنے لگیں گی۔

حکومت نے اسلام کا نام جس شدت اور کثرت سے استعمال کیا ہے کہ اب ارباب اختیار احساس کمتری میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اسے کسی نہ کسی طرح بیلنس کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مثلاً خواتین کو بہتر مواقع دینے کے شوق میں ان سے نعتیں پڑھواتے ہیں، مرثیے گواتے ہیں، فہم القرآن کے سامعین میں بٹھاتے ہیں، کسی دینی پروگرام میں ان سے تقریر کرواتے ہیں تاکہ ثابت کریں کہ وہ لبرل اور ترقی پسند ہیں۔ قدامت پسند مسلمان نہیں ـــ اللہ کرے زورِ فن اور زیادہ۔

دینی پروگرام

ٹیلی ویژن کے ارباب بست و کشاد کے مطابق مذہبی پروگرام بارہ فیصد ہیں جبکہ حقیقت میں وہ صرف آٹھ فیصد ہیں۔ کیونکہ مذہبی پروگرام سے مراد صرف تلاوت نہیں بلکہ ایسا پروگرام ہے جس سے مذہب کے بارے میں کچھ آگاہی حاصل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا معاشرہ مذہبی فرقہ پرستی کا شکار ہے اور گروہی تعصب کے باعث کوئی مثبت دینی پروگرام نہیں پیش کیا جا سکتا۔ ٹیلیویژن چونکہ تشہیر کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اس لئے حب ذات میں مبتلا مذہبی رہنما و کارکن

اپنی صورتوں کو زیادہ سے زیادہ دیکھنے کے آرزو مند ہوتے ہیں۔ پھر جس فرقے کے لوگوں کا اثر و رسوخ ہوتا ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کا نقطۂ نظر پیش ہو اور اس کے ہم مسلک لوگ پیش کریں مثلاً محرم کے دنوں میں ریڈیو اور ٹیلیویژن امام باڑہ لگتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس ملک کی اکثریت اظہار عقیدت کے اس طریق کو ناپسند کرتی ہے پھر بھی اسے لوگوں کے ذہنوں پر مسلط کیا جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس فرقہ وارانہ رویہ کو اتحاد بین المسلمین کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ گویا کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں اس طریق کار کو عقیدۃً درست نہیں سمجھتا اور میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے اس سے محفوظ رہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ کیسا متعصب آدمی ہے اپنے مسلک کے خلاف پروپیگنڈا کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا؟ یہ بڑا تنگ نظر ہے۔ اس طرح دھونس اور دھاندلی سے اقلیت اکثریت کا منہ چڑھاتی ہے۔

فرقہ پرستانہ تعصبات، اور ذاتی خواہشات کے باعث، ذرائع ابلاغ منفی سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مذہبی پروگراموں کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ تناسب کی کمی کا علاج اچھی پیشکاری سے ہو سکتا ہے لیکن فرقہ پرستوں، اشتراکیوں اور لادینوں نے مشترکہ طور پر منصوبہ بنایا ہے کہ ان پروگراموں میں ایسے لوگوں کو بلایا جائے جن کا کوئی نہ ہو سکے۔ اگر اتفاقاً کوئی اچھی گفتگو کرنے والا آتا ہے تو اس کے خلاف پوری لابی سرگرم ہو جاتی ہے تاکہ اسے ہٹایا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ یہی ہوا۔ مسائل کے بیان میں ان سے اختلاف کے باوجود ان کے مؤثر پروگرام سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ ایک اور مؤثر حربہ پروگراموں کی ترتیب ہے۔ چونکہ پروڈیوسروں پروگرام منیجروں کی اکثریت مذہب بیزار اور آزاد منش افراد پر مشتمل ہے اور جنہیں ماشاء اللہ موجودہ حکومت نے سند اسلام عطا کی ہے، یہ حضرات پروگراموں کی اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ مذہبی پروگرام ایک مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔ پچھلے برس عید الضحیٰ پر ایک پروگرام "حکم اور تعمیل حکم" دکھایا گیا۔ اس سے پہلے بھی گانا اور اس کے بعد بھی گانا اسی طرح بعض دوسرے پروگرام بھی دینی پروگراموں کا وقت ایسا رکھا جائے کہ کم سے کم لوگ سن سکیں۔ مثلاً ۸ بجے کا ایسا وقت ہے جب زیادہ سے زیادہ لوگ دیکھتے ہیں۔ ڈرامہ ہمیشہ اسی وقت لگتا ہے۔ مثلاً شہنشاہ نواب کا "جوان فکر" جسے مسخرہ پن کا ایک دوسرا نام دینا چاہیئے آٹھ بجے لگتا ہے جبکہ فہم القرآن دس بجے تک مؤخر کیا جاتا ہے اور اب جو بدلا ہے تو سات بجے تاکہ نمازی نماز میں مصروف ہو جائیں اور بے نماز انڈیا لگا لیں۔

آپ مذہبی پروگراموں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ایک آدھ پروگرام کے علاوہ کوئی بھی مؤثر نہیں۔ بصیرت اور فرمان الٰہی آغاز و اختتام کے لئے باعث برکت ہیں تاثیر کے اعتبار سے غیر مفید اور اب تو بصیرت کو صرف ترجمہ و تلاوت تک محدود کر دیا ہے۔ ارباب اختیار یہ چاہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تفسیر و تشریح نہ سنائی جائے ممکن ہے اس میں فرقہ پرستانہ کشمکش کار فرما ہو۔ لیکن اس کا علاج یہ نہیں کہ تفسیر بالکل بند کر دی جائے اسی ذہن کی کارستانی رمضان المبارک کا پروگرام صراط مستقیم ہے۔ افطار کے قریب تلاوت تلاوت و ترجمہ سنایا جاتا ہے۔ یہ تلاوت تراویح میں ہوتی ہے اور ترجمہ لوگ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ضرورت دینی تعلیم و تربیت کی ہے جسے سیکولر ذہن قبول نہیں کرتا۔ اسوہ حسنہ اور فہم القرآن کے ساتھ ایک اچھا پروگرام "اسلامی تمدن" تھا جس میں بعض عمدہ پروگرام تھے۔ فہم القرآن بے ہنگم طریق پر چل رہا ہے۔ جس کا جہاں جی چاہتا ہے شروع کر دیتا ہے حالانکہ اسے کسی ترتیب سے پیش کیا جانا چاہیئے۔ سورتوں کی ترتیب سے، مضامین کے لحاظ سے یا تاریخی اعتبار سے۔ تینوں سٹیشنوں کے علماء و دانشور ایک ترتیب کے ساتھ قرآنی تعلیمات کو پیش کریں تو بہتر ہوگا۔

یہی حال اسوۂ حسنہ کا تھا اسے بھی بہتر انداز میں مؤثر طریق پر پیش کیا جا سکتا تھا۔ ان پروگراموں کو فرقہ وارانہ مفادات کی بنیاد پر نمائندگی دینے کی بجائے اہل اور مؤثر افراد کو موقعہ دیا جانا

چاہیئے۔ ان پروگرام کی ایک خاص بات خواتین کی شمولیت ہے۔ ارباب اختیار کی کوشش ہوتی ہے کہ خواتین دینی پروگرام کریں اور ان میں حصہ لیں۔ ہمیں اختلاف کی جرأت نہیں اسلامی حکومت کی پالیسی ہے کہ مخلوط محافل کے ذریعے عورت کے اسلامی حقوق کا تحفظ کیا جائے لیکن فہم القرآن جیسے پروگرام میں چند بچیوں کو آگے بٹھا کر اور ان سے لگے بندھے سوال کرا کے کونسا تربیتی مقصد حاصل کیا جاتا ہے۔

مذہبی پروگراموں کا ایک اہم پہلو پروڈیوسروں کا انتخاب اور صلاحیت ہے۔ جن لوگوں کے سپرد یہ پروگرام کئے جاتے ہیں ان کے ذوق، رجحان اور صلاحیت کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ پروگرام کی روح اس کی پیش کش ہوتی ہے۔ مجبوری و بے دلی سے کئے ہوئے پروگرام کیسے موثر ہو سکتے ہیں۔ اب تک جتنے ایوارڈز دئے گئے ہیں ان میں مذہبی پروگرام کے کسی پروڈیوسر کو کوئی انعام نہیں ملا۔ یا تو یہ پروگرام پسندیدہ نہیں ہوتے اس لئے انہیں درخور اعتناء نہیں جانا جاتا اور یا پروڈیوسر نا اہل ہوتے ہیں ورنہ ان پروڈیوسروں کی محرومی ناقابل فہم ہے۔ خدا کی خدائی کی طرح ہر طرف ڈرامہ اور میوزک نظر آتا ہے۔ حالانکہ الھدیٰ، فہم القرآن، اسوہ حسنہ، اسلامی تمدن، تجلی اور خصوصی تہواروں کے پروگرام اتنے عمدہ ہوتے ہیں کہ ان کے پیشکاروں کو نظر انداز کرنا دھاندلی کے سوا کچھ نہیں۔ پچھلے دو برسوں سے شبینہ کی محافل پیش کی جا رہی ہیں۔ ان کے لئے جتنی محنت اور سلیقہ استعمال کیا گیا وہ قابلِ داد ہے۔ یہ سب لوگ خصوصی انعامات کے مستحق تھے لیکن اسے کیا کہا جائے کہ ٹیلیویژن کے ارباب بست وکشاد کے سیکولر ذہن کو یہ بات پسند نہیں کہ کسی دینی پروگرام کی حوصلہ افزائی ہو۔ حد تو یہ ہے کہ "اپنی بات" میں بھی مذہبی پروگراموں کے خطوط کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ایک خاص بات جو دینی پروگراموں میں نظر آئی وہ یہ ہے کہ ارباب ٹیلیویژن کی کوشش ہوتی ہے کہ ان پروگراموں میں بھی داڑھی منڈھوں کو زیادہ نمائندگی ملے۔ ہمیں داڑھی منڈھے حضرات کی علمیت پر اعتراض نہیں ہمیں صرف یہ خیال آتا ہے کہ باقی تمام معاملات تو سر ہو رہے ہیں ایک دین ان کی زد سے بچا ہوا تھا سو اسے بھی ہضم کر لیا۔ شرف میزبانی میں رضوی، نقوی، علوی، کراروی جیسی مخلوق چھائی ہوئی ہے یہ کسی فرقے کا اعجاز ہے یا سحر افسرانہ ہے۔ قومی وملی اور دینی ومذہبی پروگراموں میں بے ریش حضرات کی پذیرائی اکثریت کی نمائندگی ہے لیکن اہل دین کو حق تو یہ ہے کہ وہ اہلیت وصلاحیت کے ساتھ دینی شخصیت کے بارے میں بھی سوال کریں۔ ڈاکٹر امان اللہ، ڈاکٹر ظہور، جیلانی کامران، سہیل احمد خان، ڈاکٹر منظور اور مرزا منور جیسے لوگ واقعی ناگزیر ضرورت ہیں؟ مرزا منور لائق آدمی ہیں لیکن ڈاکٹر امان اللہ کی سطحی گفتگو اور غیر مؤثر انداز تو تکلیف دہ ہوتا ہے۔ راولپنڈی اسلام آباد سے ایک شخص رحیم بخش ہے جو اردو کا استاد ہے۔ اور دینی موضوعات کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک صاحب کے انگریزی خطابات کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا جو انہی سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہو جاتا تھا۔ شاید انہیں مالی امداد دینا مقصود تھی۔ ورنہ ناظرین کے لئے تو "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" والی بات تھی۔

ہماری رائے میں دینی پروگراموں کی خصوصی کمیٹی ہونی چاہئے جو موضوعات کے بارے میں چھان بین کرے ٹیلیویژن کے سنیئر لوگوں کو بھی یہ پروگرام دئے جائیں۔ پروڈیوسروں کی رائے بھی لی جائے۔ رمضان، ربیع الاول اور محرم کے پروگراموں میں سیکولر اور فرقہ پرست افراد کی بجائے معتدل اور متوازن لوگوں کو شامل کیا جائے اور ربیع الاول کو بریلویت اور محرم کو شیعیت کی تبلیغ کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔

- تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے لیکن بُری گفتار کا روح پر۔
- مصیبت میں پریشانی مصیبت کو دوگنا کر دیتی ہے۔
- صرف ایک بیوقوف ہی ایک گڑھے میں دو مرتبہ گرتا ہے۔

مولانا قاضی عبدالکریم، کلاچی

خدام الدین لاہور کا عجیب وغریب مطالبہ

ہمارے مخلص ومہربان اور قدیم کرم فرما مولانا قاضی عبدالکریم صاحب آف کلاچی کا ہمارے ایک اداریہ پر تبصرہ موصوف کی خواہش کے پیش نظر من وعن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جس پس منظر میں ہم نے اداریہ لکھا اسے ذہن میں لا کر ہمارا اداریہ اور موصوف کا جوابی تبصرہ ملا کر پڑھیں تو زیادہ بہتر ہوگا —— حاشا وکلا کہ ہمیں مدارس بے حد عزیز ہیں اور ان کی خیر خواہی ہمارا مقصد تھی اور ہے۔ اپنے محترم بزرگ کی بے جا تلخی کے باوصف ان کا مضمون پیش خدمت ہے، کسی قسم کا جوابی مضمون نہ ہمارا مقصد ہے نہ اس کا خیال —— قارئین موصوف کی تلخی کا خود اندازہ لگا لیں گے —— ہماری دعا ہے کہ ہمارے مدارس اور خانقاہیں وہی رول ادا کر سکیں جو حسین ماضی میں ان کا رول رہا ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

۲۰ر ستمبر تا ۷ر اکتوبر ۸۳ء خدام الدین لاہور کا شمارہ سامنے ہے اداریہ نگار نے ملک کی سالمیت اور غرباء کے سکون کے لئے پُر زور مطالبہ کیا ہے کہ چونکہ مہتممین مدارس اور پیر صاحبان نیز وڈیرہ شاہی ایم آر ڈی کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے طلباء اپنے مریدوں اور اپنے کاشتکاروں کو تحریک کا ایندھن سمجھ کر جھونک رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ حکومت جو کوڑا غریبوں کی پیٹھ پر برسا رہی ہے اسے چاروں صوبوں کی وڈیرہ شاہی اور لاہور سے لے کر سکھر تک کے مہتممین اور پیروں کی پیٹھ پر برسائے۔

پھر اس کی غرض وغایت یہ بیان فرمائی گئی ہے۔

"تاکہ ملک اور غریب عوام استحکام اور سکون حاصل کر سکیں"۔

ملکی استحکام اور غرباء کے لئے آج جو نسخہ خدام الدین کے محترم اور صاحب بصیرت اداریہ نگار نے تجویز فرمایا ہے وہ یقیناً انوکھا لاجواب اور تیر بہدف نسخہ ہے اور اگر ملکی استحکام اور غرباء کرام کے سکون کے لئے بے قرار صاحب مضمون کا یہ مطالبہ حکومت "ضروری نہیں بلکہ کسی کے دل میں بھی حسب خواہش مضمون نگار اُتر جائے تو ملک کے وارے نیارے غرباء کو سکون حاصل ہو جانے اور اسلام کا بول بالا ہو سکنے میں کوئی کافر ہی شک کر سکتا ہے۔

ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

چونکہ احقر کے ساتھ بھی برائے نام اہتمام کی دم لگی ہوئی ہے اس لئے اگر وڈیرہ شاہی کی طرح چاروں صوبوں کے مہتممین اور پیروں کے لئے یہ مطالبہ کیا جاتا تو احقر کو کچھ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس میں ضمناً اپنی صفائی آ جاتی اور بلا ضرورت ایسا کرنا اصحاب ہمت کا کام نہیں میں خود اگرچہ ارباب ہمت میں سے نہیں ہوں لیکن ان کا نام لیوا ضرور ہوں اور اس نسبت کی لاج رکھنا اپنا دینی اور عقلی فریضہ سمجھتا ہوں۔ بہر حال یہ تہمت تمام مہتممین پر ہوتی تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اب انہوں نے واللہ اعلم کس مصلحت سے سرحد اور بلوچستان کے مہتممین کو اس تہمت سے نکال دیا ہے والحمد للہ وڈیرہ شاہی چاروں صوبوں کی تصریح کے ساتھ لاہور سے سکھر تک کے مہتممین اور پیروں کی تخصیص فرمائی۔ اب اس پر عرض کرنا دینی غیرت

کا ایک تقاضا ہے اور ذبّ عن المدارس الدینیہ کے ماتحت آسکتا ہے۔ ساتھ ہی احقر کو وفاق المدارس العربیہ سے تھوڑی معمولی اور کمزور نسبت سہی لیکن ہے ضرور اور لاہور سے سکھر تک کافی مدارس اس سے منسلک ہیں ان کے مہتممین کی پیٹھ پر کوڑے برسانے کا مطالبہ آسانی سے ہضم کر لینا مشکل معلوم ہوا کم از کم والآبلسانہ پر یہ سطور لکھ کر تو عمل ہو جائے گا —

مدیر خدام الدین اپنے مہربانوں میں سے ہیں ان کا اشہب قلم تیز روی میں نامعروف نہیں ہے وہ جب چاہیں اور جسے چاہیں نوک قلم سے ٹھکرا دینے میں باک محسوس نہیں فرماتے۔ وہ صاحب حال ہیں کسی کے ماضی کو قصہ پارینہ بنا دیتے ہیں اور مستقبل خدا کے حوالہ فرما کر "ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم" کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اپنا ذوق ہے اس پر کوئی گرفت میرے جیسے طالب علم کا کام نہیں۔

کل امرئٍ بما کسب رھین۔ وکل حزب بما لدیھم فرحون۔

لیکن مذکورہ بالا اہم مطالبہ سے متعلق سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ لاہور سے سکھر تک کے مہتممین مدارس اور پیران عظام میں مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ رشیدیہ ساہیوال، دار العلوم کبیر والا، خیر المدارس ملتان، قاسم العلوم کے مہتمم مولانا فیض احمد صاحب، قاسم العلوم فقیر والی، مدرسہ مخزن العلوم والفیوض خانپور کے مہتممین و امثالہم بھی شامل ہیں یا نہیں اگر نہیں تو ان کے استثناء کا کوئی خفیہ معاہدہ ان حضرات سے ہو چکا ہے جس کسی کے دل میں آپ اپنی یہ بات (اپنا اہم مطالبہ) اتارنا چاہتے ہیں یا یوں بتوکل خدا ملکی استحکام اور غرباء کے سکون کی خاطر ان حضرات کو بھی قربانی کا بکرا بنانا کار ثواب سمجھتے ہیں اور اگر نہیں اور بظاہر یہی ہے تو پھر خدا را یہ بتایا جائے کہ مذکورہ بالا مہتممین اور اور پیر صاحبان اور ان جیسے بیسیوں اور بھی اگر اپنے طلباء اور مریدوں کو تحریک کا ایندھن بنا رہے ہیں تو پھر انصاف یہ ہے کہ یہ تحریک ایسی حالت میں چند تخریب کاروں اور محروم القسمتہ سیاستدانوں کی نہیں بلکہ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ "لاہور سے سکھر تک مہتممین اور پیر صاحبان ان کے ساتھ ہیں" یہ لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ پوری ملت پاکستانیہ کی آواز ہے اور اس سے بے رخی کو ملی جرم تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کیا صاحبِ مضمون اس کو امر واقعہ تسلیم کر لینے کے لئے پوری صفائی سے تیار ہیں۔ نیز اگر ایسا ہی ہے کہ لاہور سے سکھر تک کے مہتممین اور پیر صاحبان طلباء اور مریدوں کو تحریک میں جھونک رہے ہیں تو پھر ان کے ان الہامی الفاظ کے کیا معنی ہیں کہ اب بہ حیثیت مجموعی یہ صوبہ (پنجاب) خاموش ہے جب لاہور سے سکھر تک کے مہتممین اور پیر صاحبان اس میں اپنے طلباء اور مریدوں کو جھونک رہے ہیں پھر یہ خاموش ہے کہنا نرا جھوٹ نہیں رہا لیکن اگر یہ سچ ہے اور بظاہر سچ ہی ہے کیونکہ جب بھی لاہور سے سکھر تک کے مدارس کے مہتممین اور پیر صاحبان نے کسی تحریک میں اپنے طلباء اور مریدوں کو جھونکا ہے تو پھر پنجاب خاموش نہیں رہا اور وہ تحریک کامیاب رہی۔

واقعہ اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایک مہتمم اور کسی پیر کی ایم آر ڈی سے ہمنوائی نے صاحب مضمون کے ذہن پر مسلّط ہو کر انہیں اتنا مرعوب کر دیا ہے کہ انہیں سبھی بچہ شتر معلوم ہونے لگے ہیں — دراصل یہ غلطی ہماری عادت بن چکی ہے۔ مثلاً ایک طرف مودودی صاحب کی مخالفت شروع کی اور دوسری طرف جس نے بھی اس کے ساتھ علیک سلیک کو بند نہیں کیا۔ چاہے اس کے نظریات پر بھرپور لکھتا رہا ہم نے اسے اسی کھاتے میں ڈال دیا اور لوگوں کو بھی باور کرایا کہ فلاں بزرگ بھی بچہ شتر ہے چنانچہ لوگوں میں انہیں کا پایہ بھاری ہونے لگا۔ مکہ مکرمہ زادھا اللہ عزاً و شرفاً میں مجھے ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ معلوم کر کے دکھ ہو رہا ہے۔ کہ پاکستان میں اب بریلوی حضرات اکثریت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ان کا اندازہ صحیح ہے وہ نہ صرف اکثریت بلکہ غالب اکثریت میں ہیں اور یہ اس لئے نہیں کہ وہ لوگوں میں کام کر رہے ہیں اور لوگ ان کے مسائل اور دعاوی کو مان رہے ہیں بلکہ اس لئے کہ متوحدین نے ان تمام علماء کرام

اور ان کے متبعین کو اٹھا کر ان کی گود میں ڈال دیا ہے جس نے علماء دیوبند کو اگر نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کا حقیقی رہنما سمجھا۔ علم غیب کو خاصا خداوندی یقین کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو جزء ایمان مانا لیکن قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جس امام نے سنن صلوٰۃ کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور مقتدیوں نے آمین کہہ دی۔ تعزیت کے لئے گئے اور پورے علاقہ کے عرف کے مطابق ہاتھ اٹھا کر کہا خدا تیرے میت کو بخشے تمہیں اس کا نعم البدل ملے آئندہ اللہ تعالےٰ مصائب سے محفوظ رکھے۔ تو وہ بریلوی ہے نہ صرف اسے دیوبندی سمجھنا مذاہنت ہے بلکہ اہلسنت میں سے بھی نہیں۔ بہر حال یہاں بھی ذہنی طور پر سب کو ان کے کھاتہ میں ڈالدیا گیا اور خود ہی نادانستہ ایم آر ڈی کا وزن اتنا بڑھا دیا کہ چالیس دن کی تحریک سے وہ خود اس کا عشر عشیر بھی نہ بنا سکے۔

ع بنے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

علاوہ ازیں کیا مضمون نگار صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ اس ملک کی کلیدی آسامیوں میں اب بھی (اور یہ خدا ہی جانتا ہے کہ برضا یہ قضا بخوشی یا بہ اضطرار) ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جنہیں دینی مدارس اور خانقاہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے وہ انہی اسلام کے نام لیواؤں سے خار کھائے بیٹھے ہیں اب خدام الدین جیسے دینی جریدہ سے انہیں یہ سند مل جاتی ہے کہ یہی تخریب کے اڈے ہیں تو وہ لوح محفوظ کی طرح یہ شمارہ محفوظ رکھیں گے اور جب وقت آئے گا تو وہ اولین فرصت میں حضرت درخواستی اور حضرت مولانا انور کی پیٹھ پر اس لئے دہرے کوڑے برسانے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ مہتمم بھی ہیں اور پیر بھی۔

یہ کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اہم مطالبہ کرنے والے نے یہ مطالبہ ہوش و حواس کے ساتھ کیا ہے یا عالم بےخودی میں — میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ وڈیرہ شاہی اپنے کاشتکاروں کو مجبور کرے یہ تو ایک بات ہے کیونکہ وہ انہیں یہ دھمکی دے سکتا ہے کہ اگر میرے کہنے سے بادل نخواستہ ہی سہی تو جیل نہیں جاؤ گے تو تمہیں زمین سے بے دخل کر دوں گا ایسے میں ہو سکتا ہے کہ وہ کاشتکار اپنے اور بال بچوں کے پیٹ کی خاطر مجبور ہو کر جیل چلا جائے۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ کوئی ایک آدھ مرید بھی پیر صاحب کی ناراضگی اور بد دعا سے ڈر کر متفق نہ ہونے کے باوجود مرشد کے کہنے سے جیل جانے کو تیار ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب و غریب مخلوق مہتمم صاحبان کس ڈنڈے کے زور سے طلباء کو مجبور کر کے جیل بھیج سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ کہیں گے تو یہی طالب علمو جیل جاؤ، ضیاء الحق کو ہٹاؤ، بے نظیر بھٹو کو لاؤ ورنہ ہمارے مدرسہ سے نکل جاؤ۔ آپ ہی بتائیں کہ اس ورنہ کے بعد جو بم بھرا ہوا ہے یہی تو ہے کہ ورنہ مدرسہ سے خارج کر دئے جاؤ گے مدرسہ سے نکل جاؤ۔ اب خدا کو حاضر ناظر کر کے فرمایئے کہ موجودہ دور میں جبکہ خاص طور سے پنجاب میں طلباء دین کا وجود عنقا ہی کا ہم معنی ہے جوئے شیر بن رہا ہے اور گھر گھر ایک چھوڑ دو دو مدرسے قائم ہیں کسی ذی ہوش و حواس کے نزدیک یہ بھی کوئی دھمکی ہے اور کیا اس بم میں بھی کوئی بارود ہے۔ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر بلاوجہ ان تمام مدارس دینیہ کو ایم آر ڈی کے کھاتہ میں ڈال دینا اور دشمنان تعلیمات دینیہ کے ہاتھ میں تلوار پکڑا دینا کس معنی کر کے دین کی ملت کی ملک کی اور غرباء کی خدمت ہے۔ خدا را خدام الدین جیسے ایک دینی جریدہ کے ادارہ نگار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالئے حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ سرہ کے لگائے ہوئے چمن اسلام کی لاج رکھئے اور حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ سرہٗ کی روحانیت کو ادنیٰ اذیت پہنچانے سے بھی احتراز فرمایئے۔ کیا سچ مچ حضرت قدس سرہ کی زندگی میں یہ الفاظ خدام الدین کے کسی اداریہ کی زینت بن سکتے تھے —

- بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔
- آزادی کی حفاظت نہ کرنے والا غلامی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

تبخیرِ معدہ یا قبض

س: مجھے قریباً ڈیڑھ برس سے تبخیر معدہ کی بیماری ہے۔ یعنی معدہ خراب ہے، کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ کھانے کے دو گھنٹے بعد کھٹے ڈکار آتے ہیں اور جگر میں درد ہوتا ہے اور منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ پاخانہ نہیں آتا۔ دوسرے تیسرے دن تھوڑا سا آ جاتا ہے۔ دیسی انگریزی بہت علاج کرائے لیکن کوئی افاقہ نہیں ہؤا۔ جب کوئی کڑوی مکسچر پی لیتا ہوں یا جلابی گولیاں کھا لیتا ہوں تو پاخانہ کھل کر آ جاتا ہے۔ طبیعت ٹھیک ہو جاتی ہے۔ جب قبض ہو جاتی ہے تو جگر میں درد ہوتا ہے اور سانس بھی تنگی سے آتا ہے۔ برائے مہربانی کوئی علاج بتائیں۔

قاری دین محمد قاسمی
حاصلپور ضلع بہاولپور

ج: آپ کا مرض تبخیر نہیں ہے۔ ویسے بھی تبخیر یعنی گیس کا مرض ہمارے اشتہاری معالجین کے پراپیگنڈے سے پھیل گیا ہے ورنہ اس کی حقیقت کچھ اور ہے۔ آپ کا حقیقی مرض قبضِ معدہ ہے اور اس کا جو علاج آپ کر رہے ہیں اس سے معدہ اور انتڑیوں کا فعل کمزور ہو رہا ہے۔ آپ قبض دور کرنے کے لئے جو گولیاں استعمال کر رہے ہیں ان کے آپ عادی ہو چکے ہیں اور عادی ہو جائینگے۔

آپ تازہ اصلی گلاب کے پھول لے کر ان کی گلقند تیار کر لیں اور روزانہ چھٹانک بھر گلقند رات سوتے وقت پاؤ بھر گرم دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔ اس کے متواتر استعمال سے قبض بھی رفع ہوگا اور معدہ کو تقویت بھی پہنچے گی۔

گلقند بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصلی گلاب کے تازہ پھولوں کو ڈنڈیوں سے صاف کر لیں۔ پھولوں سے ڈیڑھ گنا یا دوگنا صاف شفاف چینی لے لیں۔ ہاتھ دھو کر چینی اور پھولوں کو ہاتھوں سے مسل کر باہم ملا لیں۔ کسی کھلے منہ کے برتن میں رکھ دیں۔ برتن کے منہ پر باریک ململ کا کپڑا باندھ دیں تاکہ اس پر گرد و غبار نہ پڑ سکے۔ اب اس برتن کو دھوپ میں رکھ دیں۔ دو ہفتے کی دھوپ سے گلقند آفتابی تیار ہو جائے گی۔ کسی مرتبان میں محفوظ رکھ لیں اور استعمال شروع کر دیں۔

تقطیر البول

س: میری عمر ۲۵ سال ہے۔ غیر شادی شدہ ہوں۔ عرصہ چار پانچ سال سے پیشاب کر چکنے کے بعد پیشاب کے قطرے گرتے ہیں جس سے جسم اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اور نماز پڑھنے میں دقت ہوتی ہے اور اب قبض بھی رہنے لگی ہے جسم بہت کمزور ہو گیا ہے علاج بہت کرائے لیکن فائدہ نہیں ہؤا براہِ کرم مناسب دوائی ارسال کریں۔

نور محمد مہاجر
(پیر جوگوٹھ ضلع خیرپور)

ج: آپ ہماری دوائی (مرواریدی نمبر ۳) منگوا کر استعمال کریں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

حمد و نعت و منقبت

۱۵ رنومبر ۱۹۸۳ء ——— آزاد شیرازی

میرا خالق، میرا مالک، وہ میرا اَن داتا ہے
میری روزی، مجھ کو، میرا مولا ہی پہنچاتا ہے

میرے وہم و خیال میں، میرے حال میں وہ کب آتا ہے — لیکن اپنا جلوہ ہر اک رنگ میں وُہ دکھلاتا ہے
مَیں ہوں بندہ، وہ ہے مولا، مَیں ہوں غلام اور وہ ہے آقا — مجھ سے عاصی پر بھی وہ رحمت کا مینہ برساتا ہے

عہدِ نبوی کا منظر، تخیّل میں جب بھی آتا ہے
قلب کو تسکیں ملتی ہے اور روح کو وجد آجاتا ہے

لا الٰہ الا اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پاک رسول اللہ — میرے قلب و روح کو بس یہ نغمہ ہی گرماتا ہے
مَیں ہوں بیشک مجرم، میرا پیغمبرؐ ہے رحمتِ عالم — میرا ہر اک جرم، اس سایۂ رحمت میں چھپ جاتا ہے
میرے زخموں کا ہے مرہم، صلی اللہ علیہ وسلم — میرا ہر اک درد، انہی کے نام سے صحت پاتا ہے
ذکرِ عمرؓ، ذکرِ صدیقؓ، نامِ علیؓ، نامِ عثمانؓ — ان چاروں اصحابِ نبیؐ سے، میرا گہرا ناطہ ہے
یہ ہیں سورج چاند ستارے، عرشِ نبیؐ کے راج دُلارے — اِن کے نور سے روشن، ہر انسان کا دل ہو جاتا ہے
باقی جتنے رستے ہیں جاتے ہیں بُت خانے کو — سیدھا رستہ وُہ ہے، وادیٔ بطحا کو جو جاتا ہے
حق کی خاطر زہر کا پیالہ جو پی لے سقراط ہے وہ — سُولی پر جو چڑھ جائے، منصور وہی کہلاتا ہے

قیدِ ہستی سے اک دن آزاد سبھی کو ہونا ہے
دنیا اک سرائے ہے، اک آتا ہے اک جاتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور —— ٹیلیفون رہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

منظور شدہ ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۷/۲۰۷۔۹۔D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۲۴/۸۰۔۱۵۴۱۰ ۳ مئی ۶۶ء